تعلیماتِ اسلام کا علمبردار دینی و علمی ماہنامہ
الحق
سرپرست
شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبد الحق مدظلہ
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور، پاکستان

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کے خطبات تقاریر اور مواعظ و مضامین کا عظیم الشان مجموعہ
دعوات حق
صفحات سات سو
تہذیب نفس، تربیت اخلاق، اصلاح معاشرہ، آداب عبدیت، عبادات و اعمال صالحہ، حقیقت ایمان و عبادت، دعوت نجاح و فلاح، فلسفۂ عروج و زوال، قانون نصرت خداوندی، آداب جہانبانی، اسرار شریعت، وحی اور رسالت منصب نبوت، سیرت طیبہ کی تعلیمات، احسانات اور عالمگیر نتائج و اثرات، محبت و اطاعت رسول، امت مسلمہ کا مقام اور فرائض، دعوت و تبلیغ، عصر حاضر کے ترقیاتی اور سائنسی کارنامے اور اسلام، علم و عمل، حاملین علوم نبوت علماء اور طلباء علوم دینیہ کا منصب اور ذمہ داریاں آداب تعلیم و تعلم، علماء سے عصر حاضر کا مطالبہ، مدارس عربیہ کی اہمیت، نظام و نصاب مدارس دینیہ، شریعت و طریقت کے نکات و اسرار۔
الغرض
عبادات و شریعت، سیاست و تمدن، اخلاق و تصوف، احسان و سلوک، فتح و زوال، معاشرت و معیشت، سیاست و حکومت وغیرہ زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی سینکڑوں عنوانات پر مشتمل اس کتاب میں ایمان افروز اور رقت انگیز مواعظ و ارشادات اور مضامین نہایت دلنشین اور عام فہم انداز میں ـــ از دل خیزد بر دل ریزد ـــ کا مصداق۔
ـــ طالبین رشد و ہدایت کے لئے نسخۂ ہدایت ـــ اہل علم اور طلبۂ دین کیلئے شاہراہ علم و عمل ـــ تذکیر و موعظت کا خزانہ ـــ خطباء مساجد کیلئے ہر موضوع پر موثر اور کارآمد خطبات جمعہ ـــ معرفت خداوندی اور عشق رسول کا مستند ذخیرہ ـــ اجتماعی اور انفرادی خرابیوں اور منکرات کی نشاندہی ـــ مسلمانوں کے ذلت و ادبار اور شکست و زوال کے ایمانی اسباب اور علاج ـــ ایک عظیم الشان گنجینۂ علم و معرفت۔
صفحات سات سو، سائز ۲۲ × ۱۸/۸ طباعت و کتابت آفسٹ، جلد اور کاغذ اعلیٰ، قیمت پچیس ۲۵ روپے
ـــ (آج ہی اپنا آرڈر بک کرا لیجئے) ـــ
موتمر المصنفین ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک ضلع پشاور
پاکستان

اے۔بی۔سی (آڈٹ بیورو آف سرکولیشن) کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

فون نمبر دار العلوم ـــ ۴ | قرآن وسنّت کی تعلیمات کا علمبردار | فون نمبر ہائش ـــ ۲

جلد نمبر : ۱۱
شمارہ نمبر : ۸

ماھنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جمادی الآخریٰ ۱۳۹۶ھ
جون - ۱۹۷۶ء

مدیر : سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ بارہ روپے - فی پرچہ: ایک روپیہ ۲۵ پیسے
بیرون ملک بحری ڈاک ایک پونڈ - ہوائی ڈاک دو پونڈ

سمیع الحق استاد دار العلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

شریعت بل کا استرداد

وہ حکومت جو پچھلی تمام حکومتوں سے بڑھ کر اسلام کی خدمت کرنے کی دعویدار ہے اور جس کے بنائے گئے آئین میں اسلام کو ملک کا مملکتی مذہب اور ملک کو اسلامی جمہوریہ قرار دیا گیا ہے۔ اس حکومت کی با اختیار قومی اسمبلی نے اپنے حالیہ اجلاس (اپریل، مئی ۱۹۷۶ء) میں تین ایسے بل مسترد کر دیئے جو اس کے نامۂ اعمال میں، اعمالِ خیر ہرگز نہیں کہلا سکیں گے۔ اور آنے والا مؤرخ اسے عوامی دور کے قرطاس ابیض کے سیاہ ترین دھبے قرار دینے پر مجبور ہو گا۔

پہلا اہم ترین بل وہ تھا جو اسمبلی میں موجود حزبِ اختلاف کے علماء ارکان نے چند دیگر ہمنوا ارکان کے تعاون و اشتراک سے شریعت بل کے نام سے پیش کیا جس کے ذریعہ آئین کی چار دفعات دفعہ ۲، ۳۰، ۲۲۷ اور ۲۶۸ میں ترامیم کرنا تھیں، بالخصوص آئین کی دفعہ ۲ میں جس میں اسلام کو پاکستان کا مملکتی مذہب قرار دیا جا چکا ہے۔ جن کے ذریعہ چار ایسی نئی شقات شامل کر دانا تھا جس کی رو سے ہر وہ موجودہ قانون جو قرآن و سنت کے خلاف ہو فی الفور ناجائز قرار دیا جائے اور اس کے ساتھ ہی مملکت اور اسکی صوبائی اور قومی اسمبلیوں، پارلیمنٹ وفاقی اور صوبائی حکومتوں اور دیگر با اختیار اداروں کیلئے یہ ناممکن بنانا تھا، کہ مجوزہ ترامیم منظور ہونے کے بعد وہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون وضع کر سکیں۔ مروجہ اکثر خلاف شریعت قوانین کا مجوزہ بل منظور ہو جانے کی صورت میں فوری تعطل اور خلا سے بچنے کے لیئے بل میں کہا گیا تھا کہ مقننہ کو اس قاعدے کے اطلاق کو مخصوص شعبوں میں زیادہ سے زیادہ ایک سال کی مدت تک ملتوی کرنے کا اختیار دیا جائے ــــ قومی اسمبلی نے تو ایک عرصہ تک اس بل کو زیر بحث لائے جانے سے مختلف طریقوں سے پہلوتہی کرنے کی سعی کی، مگر بالآخر جب ۳۰ اپریل کو شریعت بل ایوان کے سامنے رکھا گیا تو ایوان کی اکثریت نے اسے مسترد کر دیا۔

وفاقی وزیر قانون نے اس موقعہ پر ایک ایسی کونسل (اسلامی مشاورتی کونسل) کا سہارا لیا جو آئین کی منظوری سے لیکر اب تک متنازعہ غیر مؤثر اور اسلامی نظام کو اس ملک میں تعویق اور التواء میں ڈالتے رہنے کا ایک سرد خانہ بنی ہوئی ہے۔ اور ساتھ ہی قوم کو یہ بشارۂ عظمیٰ بھی دی گئی ہے کہ ۱۹۸۰ء تک تمام قوانین قرآن و سنت کے مطابق کر دیئے جائیں گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پاکستان کے موجودہ آئین کی دفعہ ۲۲۷ میں اگرچہ یہ ضمانت دی گئی ہے کہ مروجہ جملہ قوانین قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھالے جائیں گے اور اسلامی احکام کے منافی کوئی قانون وضع نہیں کیا جا سکے گا لیکن یہ ہوگا کیسے اس کے طریق کار میں اسلامی مشاورتی کونسل کا ذکر ہے۔ اور اس دفعہ کو بنیادی حقوق اور دیگر اہم قوانین کیطرح عدالتی چارہ جوئی سے بھی مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ آگے آئین میں ایسی اہم مشاورتی کونسل کو کس بے دردی سے غیر مؤثر اور بے اختیار بنا کر رکھ دیا گیا ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ :-

۱۔ اگر کونسل کی رائے میں کوئی مجوزہ قانون قطعی غیر اسلامی بھی ہے، تو اسمبلی اس بات کی پابند نہیں کہ وہ کونسل کی سفارشات کی متابعت کرے۔ ۲۔ کوئی متنازعہ قانون استصواب کے لئے کونسل کے پاس بھیج بھی دیا جائے تو وہ کسی محدود وقت اور میعاد کی پابند نہیں۔ ۳۔ پھر طرفہ تماشا یہ ہے کہ اسمبلی اپنا کوئی ایسا فیصلہ کونسل کے جواب پر موقوف نہیں رکھے گی۔ بلکہ چاہے تو جواب آنے سے پیشتر بھی قانون وضع کر سکتی ہے، اور پھر دوبارہ اس پہ کونسل کے غور کرنے کی گنجائش بھی نہیں رکھی گئی۔ ۴۔ کونسل سے مشورہ لینے یا نہ لینے کو بھی صدر یا گورنر یا اسمبلی کی اکثریت (جو لازماً سرکاری پارٹی کی ہوگی) پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ حزبِ اختلاف ہزار بار چیخے کہ متنازعہ مسئلہ غیر اسلامی ہے اسے کونسل میں بھیج دیا جائے مگر یہ چیخ و پکار صدا بصحرا ہوگی۔ ۵۔ پھر سب سے بڑی خامی کونسل کی ہیئت تشکیلی میں یہ رکھی گئی ہے کہ کسی مسئلہ کی اسلامی حیثیت کے بارہ میں رائے دینے والی کونسل شریعت سے باخبر جید علماء اور اہل افراد کی تعداد اقلیت میں رکھی گئی۔ جو اگر چاہیں بھی تو غیر علماء ارکان سے اپنا فیصلہ نہ منوا سکیں۔ یہ خامیاں جب آئین سازی کے وقت سامنے آئیں تو علماء حق ارکان اسمبلی نے نہایت مؤثر ترامیم ان دفعات میں پیش کیں اور ہر لحاظ سے اپنی ترامیم کو مدلل اور مبرہن کیا۔ اور صاف کہا گیا کہ اگر حکومت کسی طرح بھی عملاً اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے تیار نہیں تو پھر دکھاوے کیلئے ایسی دفعات کی ضرورت کیا ہے۔ جنہیں آگے طریق کار کے لحاظ سے ذبح کر دیا گیا ہے۔

اس کے بعد جب اسلامی مشاورتی کونسل کی تشکیل ہوئی اور ہیئت تشکیلی سامنے آئی تو جس چیز کا کھٹکا تھا وہی سامنے ہو کر آئی کوئی ایسا مستعد اور فعال عالم رکن اس کونسل میں شامل نہیں کیا گیا جو زندگی کا ایک کافی عرصہ اسلامی تحقیق و تدریس میں گذار چکا ہو اور جو مسلمانوں کے ہاں قابلِ اعتماد راسخ العقیدہ اور مضبوط کردار کا حامل ہو۔ اس صورتحال پہ اسمبلی میں موجود علماء حق نے خاموشی اختیار نہیں کی بلکہ کونسل کی اصلاح اور ارکان کی اہلیت کے بارہ میں حکومت کو توجہ دلا دینے کیلئے پارلیمانی آئینی طریقے اختیار کئے گئے، کونسل کی تشکیل کے فوراً بعد رکن قومی اسمبلی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کیطرف سے اسمبلی کو اس قرارداد کا نوٹس دیا گیا کہ" چونکہ کونسل کی تشکیل کے وقت آئین کی دفعہ ۲۲۸ کی مقتضیات پوری نہیں کی گئی ہیں۔ لہذا اسمبلی یہ مطالبہ کرے کہ کونسل کی دوبارہ تشکیل کی جائے اور اس میں ایسے لوگوں کو شامل کیا جائے جو اسلامی تقاضوں اور اہلیت کے مطابق قانون سازی کے کام میں پارلیمنٹ

کی رہنمائی کر سکیں۔" اس قرارداد کا اس وقت سے لیکر اب تک تقریباً ہر اجلاس میں نوٹس دیا جاتا رہا اور اکثر یہ اسمبلی کے ایجنڈے میں بھی تمام اعیانِ حکومت اور ارکان کے سامنے آتا رہا مگر عملاً اسے زیرِ بحث لانے کے بارہ میں آج تک وہی سلوک کیا گیا جو ایسی دیگر قراردادوں، ترامیم اور تحریکات کے ساتھ کیا جاتا رہا ہے۔ اب بھی آنے والے اجلاس میں دوبارہ اس نوعیت کا نوٹس دیا گیا ہے۔

بہرحال یہ تو علماء اور ارکان کا اپنے حد تک مسئولیت اور ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی بات ہے۔ حکومت کا معاملہ اس بارہ میں نہایت افسوسناک ہے اور مستقبل قریب میں شریعتِ محمدی اور اسلامی نظام کی اس ملک میں عملاً اجراء و نفاذ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی جس کی خاطر کروڑوں مسلمانوں نے جان و مال ملک و وطن کی قربانیاں دیں اور جن کے سامنے قیامِ پاکستان کا مقصد صرف اور صرف انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں اسلام اور اس کے تمام مقتضیات کی حکمرانی کا حسین نقشہ رکھا گیا تھا۔ اب تک اس عہد و میثاق کو پسِ پشت ڈال دینے کے ہولناک نتائج نہ صرف ملک بلکہ پوری دنیا نے دیکھ لئے اور آئندہ کی خبر خدائے خبیر و علیم کو ہے۔

۲- دوسرا بل بھی اسمبلی کے ایک عالم رکن کا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ زنا کے لئے شریعت کے مطابق احکام وضع کئے جائیں اور اسے چکلے میں ہو یا کلبوں میں جہاں کہیں بھی ہو قابلِ دست اندازی پولیس جرم سمجھا جائے اور شرعی طریقہ کے ثبوت کے بعد زانی اور زانیہ کو شریعت کے مطابق سزا دی جائے۔ یہ بل بھی مسترد کر دیا گیا اور پچھلے بل کی طرح حزبِ اختلاف نے اپنی ناراضگی اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اسمبلی سے واک آؤٹ کیا، زنا جیسی فاحشہ جس کے عقلی و نقلی قباحتوں پر صرف مسلمان نہیں ہر عقلِ سلیم رکھنے والا مذہب اور معاشرہ متفق ہے اگر حکومت واقعی معاشرہ کی تطہیر چاہتی ہے تو اس بل کو منظور کر کے اپنے حسنات کا اضافہ کر سکتی تھی۔ خاص طور سے جب کہ اس کے محرک بھی حکومت کا مخالف نہیں ایک ہمنوا بزرگ تھے۔ مگر افسوس ہم فحاشی کے فروغ کے خلاف تحریک چلانے کی باتیں تو کرتے ہیں مگر ابلاغِ عامہ، لٹریچر و صحافت غرض ہر ذریعۂ ابلاغ سے ایسے پھیلانے میں بھی پیش پیش ہیں، ہم اخلاق و حیا اور پاکیزہ معاشرہ کا وعظ بھی کرتے رہتے ہیں۔ مگر عملاً عورتوں کو پردہ سے نکال کر مخلوط اور عریاں معاشرہ کے علمبردار اور داعی بھی بننا چاہتے ہیں ــــــ۔

۳- تیسرا بل اسمبلی کے ایک اور بزرگ عالم نے اس غرض سے پیش کیا تھا کہ آئین میں مسلمان اور غیر مسلم کے مفہوم متعین کرنے میں جو التباس، ابہام اور الجھاؤ پیدا ہو سکتا ہے اسے رفع کیا جائے اور غیر مبہم انداز میں واضح کر دیا جائے کہ پاکستان کی آئینی اور قانونی اغراض کے لئے کس بنا پر کسی شخص کو دائرہ اسلام کے اندر متصور

ہونے یا نہ ہونے کا اہل سمجھا جائے گا۔ محرک کا مقصد قادیانی اور دیگر غیر مسلم شہریوں کو اس تلبیس اور فریب کاری سے روکنا تھا جو موجودہ آئین میں مذہب کی تبلیغ کی آزادی کی ضمانت دیکھ کر آئے دن کرتے رہتے ہیں۔ اور اس طرح ان کو مذہب کی جانب اپنے غلط عقائد منسوب کرنے یا مسخ و محرف کرنے اس کی ہیئت بگاڑنے یا تحقیر کرنے اور آزادی تبلیغ کا غلط استعمال کرنے سے روکنا بھی تھا۔ مگر افسوس کہ ایک خالص مثبت اور تعمیری ترمیم کا بل بھی اسمبلی میں آنے نہیں دیا گیا اور جواب میں کہا گیا کہ آئین میں قادیانیت اور مسلمان کی تعریف کا مسئلہ حل کر دیا گیا ہے۔

اب رہی آئینی تقاضوں کی تکمیل اور اس کے تحت قانون سازی کا کام تو اس کے لئے شاید کوئی اور مخلوق آسمان سے اتر کر آئے گی۔ اسلام کے دعووں میں ہم کتنے سچے ہیں اور ہم اسلام سے کتنا والہانہ تعلق رکھتے ہیں۔؟ اس کا اندازہ ان تین بلوں کے حشر سے لگایا جا سکتا ہے۔ واسترنا کہ اسلام کی خدمت ہم نے صرف عرسوں اور میلوں میں شمولیت یا کبھی کبھی کسی مزار پہ پھولوں کی چادر چڑھا دینا اور کبھی کوئی کانفرنس اور کانگریس کا انعقاد سمجھ لیا ہے۔ اور بس۔؟

لندن کا اسلامی جشن یا اسلام کے خلاف گھناؤنی سازش

برطانیہ میں منعقد ہونے والے اسلامی جشن یا ثقافتی میلے (؟) کے بارہ میں تحسین و ستائش کا طوفان ذرا تھم گیا تو پردہ کے پیچھے سے اصل حقائق چھن چھن کر سامنے آنے لگے ۲۵ مئی کے اخبارات میں شہ سرخیوں سے خبر آئی کہ "برطانیہ میں مقیم مسلمانوں نے اس میلہ کے خلاف زبردست مظاہرہ کیا اور کہا کہ اس میلے سے اسلام کو غلط رنگ میں اور توڑ مروڑ کر پیش کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے میلے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خیالی تصویر ہٹا دینے اور اسلام کے نام پر رقص وسرود پہ پابندی لگا دینے کا بھی مطالبہ کیا کہ نہ یہ باتیں اسلام میں اور نہ اسلامی ثقافت میں اس کے لئے کوئی جگہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ اسلام کو مسخ کر کے غلط رنگ میں پیش کرنے کی ایک سازش ہے۔" اس عام بے چینی اور احتجاج کے علاوہ دیگر عربی اخبارات اور رپورٹوں کے ذریعہ بھی میلہ کا پس منظر اور محرکات و مقاصد واضح ہوتے جا رہے ہیں۔

اسلام کے تعارف اور تبلیغ کے نام پہ منعقد اس جشن میں ناچ گانے کے رنگا رنگ پروگرام دکھائے جا رہے ہیں۔ کلاسیکی موسیقی کے مظاہرے ہو رہے ہیں۔ اسلام کی غلط فلمیں پیش ہو رہی ہیں۔ تیمم جیسے معروف اسلامی حکم کو وضوء کی طرح کلی (مضمضہ) اور پاؤں پر مسح کرتے ہوئے یورپی ٹیلیویژنوں پر دکھایا گیا۔ الغرض یہ بات اب واضح ہو گئی ہے کہ یورپ میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور لوگوں کے جذبہ تجسس کے پیش نظر یورپ نے خود چاہا کہ اسلام کو اس انداز میں پیش کیا جائے کہ ابدی اور روحانی سکون کے متلاشی یورپی اقدام اسے بھی ہولی،

ہوس، طاؤس و رباب اور رقص و غناء کا ایک مذہب سمجھ لیں اور اسلام کی اصل تعلیمات اور اصول اس کی نگاہوں سے مستور رہ جائیں۔

اس میلہ کے انعقاد کی خبر گرم ہوئی تو ہمارا دل دھڑکا اور یہی تاثر ہوا کہ یہ اسلام کو مسخ کرنے کی ایک گھناؤنی سازش ہے ـــــ اور بحمد اللہ یہ شرف پورے ملک میں صرف الحق کو حاصل رہا کہ ہم نے برملا فروری اور مارچ کے الحق میں اپنے خدشات کا اظہار ان الفاظ میں کیا اور کارپردازانِ جشن کو ان الفاظ میں متنبہ کیا۔

"کچھ لوگ اسے مغربی دنیا میں اسلام کے بہترین ہمہ گیر تعارف کا ذریعہ سمجھتے ہیں ــــ مگر ہم اسلام کے بارہ میں مغرب کے معاندانہ اور شرمناک رویہ مستشرقین کی طویل سازشوں اور عملی کاموں میں درپردہ اسلام دشمن منصوبوں اور عزائم کو دیکھتے ہوئے اس فیسٹیول کے بارہ میں چوکنا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے (آگے چل کر) ہمیں اتنا خوش فہم بھی نہیں ہونا چاہیے کہ گویا راتوں رات اسلام کے بدترین دشمن مغرب اور برطانیہ کو اسلام کی تبلیغ و تعارف کا شوق لگ گیا اور اس نے اسلام کی ابدی صداقتوں کے سامنے گردن نہادہ ہو کر یورپ کے دروازے اسلام کے بہی خواہوں کے لئے چوپٹ کھول دیئے نہ ہم اسلام کو ایسا معجون مرکب سمجھتے ہیں جس کے خمیر کا قوام نام نہاد آرٹ کلچر، رقص و موسیقی اور تصویر سازی سے اٹھایا گیا ہے۔ اسلامی دنیا کے جو اہل خیر اور ارباب علم و فضل اپنی نیک نیتی سے اس پروگرام میں حصہ لے رہے ہیں ان کی ذمہ داری بڑی نازک ہے۔ دنیا کے کروڑوں مسلمان، اہل علم اور اسلامی ادارے اس میلہ پر گہری نگاہ رکھیں ــــ یہودیت، اور استشراق حالات کے ساتھ سانپ کی مانند اپنی کینچلی بدلتی رہتی ہے ــــــ (نقش آغاز فروری، مارچ ۷۶ء)

مگر حیرت اور افسوس تو مسلمانوں کی اس عام سادہ دلی، خوش فہمی اور ظاہر پرستی کا ہے کہ وہ کہیں بھی اسلام کے نام پر کوئی بھی دعوت، پروگرام اور منصوبہ سنتے ہی خوشی سے ناچنے کودنے لگتے ہیں، حقیقت بینی، دور اندیشی اور غور و فکر، پس و پیش کا جائزہ، ماضی کے تجربات سے سبق، یہ چیزیں مسلمانوں میں ایسے موقعوں پر بہت کم دیکھنے میں آتی ہیں۔ ایک غیر مسلم تنظیم نے میلے کا ڈھونگ رچایا تو اسلامی ممالک نے کروڑوں کا سرمایہ پیش کر دیا ہمارے بعض سکالر اور علماء و مفکرین جو ایسی ہر تقریب کیلئے صرف ہوائی ٹکٹ کے منتظر رہتے ہیں اور سال بھر ایسے جشنوں کے بہانے اعلیٰ ہوٹلوں میں قیام اور سفر خرچ وصول کرنا ان کا مشغلہ حیات ہے۔ علم و ثقافت اور اسلام کے نام پر کہیں جہنم سے بھی ہوائی ٹکٹ اور دعوت آجائے تو مستعد رکاب ہو جائیں گے ان کا خیال ہے کہ اسلام کی تبلیغ و تعارف کیلئے اسلاف کی

طرح پردیس اور سفر کی مشقتیں اٹھا اٹھا کر صحراؤں کی خاک چھاننا ضروری نہیں نہ مومنانہ کردار و عمل اقوام عالم میں اسلامی انقلاب کا ذریعہ بنا ہے بس کہیں کا دلیم ، کانگریس اور ثقافتی تقریب میں ایک آدھ مقالہ محاسنِ اسلام پر سننا سنانا ہی کفایت کرتا ہے ـــــ۔

یہی حال بعض اسلامی تنظیموں اور جماعتوں کا ہے، جس میں ہمارے ہاں کی ایک اسلامی جماعت بھی پیش پیش ہے۔ جو پروپیگنڈہ کی کوئی ایسی تقریب ہاتھ سے جانے نہیں دیتی اور عواقب و محرکات سے بے نیاز ہو کر پورے صحافت اور قلم کے لاؤ و لشکر کے ساتھ اسکی تائید و تحسین میں شریک ہو جاتی ہے۔ سعودی عرب کی حکومت جو اسلام کے فروغ و اشاعت کے پیچھے درد کی وجہ سے کہیں بھی موقع ملے خزانے کھول دیتی ہے، اس نے بھی اس کانفرنس کے انعقاد میں بھرپور حصہ لیا، مگر اب حقائق سامنے آنے پر سعودی عرب کے اخبارات اسے "باسم الاسلام رقص وغناء ونساء" (اسلام کے نام پر رقص و سرود اور عورتیں) قرار دے رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کی عام سادہ لوحی کا ماتم ان الفاظ میں کر رہے ہیں کہ ـــــ ھکذا نحن المسلمین نفرح ونرقص طرباً عند ما نسمع ای خبر عن مھرجان او احتفال باسم الاسلام۔ (المدینۃ سعودی عرب)

ـــــ بہرحال یہ انداز فکر اور طرز عمل مسلمانوں کو ہر دور میں نقصان پہنچانے کا باعث ہوا ہے۔ مگر ہزار تجربوں کے بعد بھی ہمیں تنبیہہ نہیں ہوتی۔ کاش! ہم نے سوچا ہوتا کہ اسلام کا ازلی دشمن یورپ اور ایک غیر مسلم تنظیم اسلام پیش کرنے میں کہاں تک انصاف سے کام لے گی ـــــ؟ اور کاش! ہم سوچیں کہ ہمارے اسلاف نے سپین سے لیکر کاشغر تک دنیائے کفر و ضلال کو سیرت و کردار ایمان و یقین، جہاد و عزیمت، ایثار و قربانی کے کن ایٹمی ہتھیاروں سے مسخر کر دیا تھا اور ان کے تعارف و تبلیغ اسلام کے طریقے کیا تھے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

سمیع الحق

دعوات عبدیت حق
ضبط وترتیب ـــــ ادارۂ الحق

ارشادات حضرۃ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

خطبۂ جمعۃ المبارک ۹ رجمادی الآخریٰ ۱۳۹۵ھ

محبت موت

اللہ کی راہ میں قربانی

(خطبۂ مسنونہ کے بعد) محترم بزرگو! اسلام کا دعویٰ تو سب کرتے ہیں۔ مگر اس پر کبھی نہ سوچا کہ اتنی بڑی نعمت عظمیٰ کے حصول اور باقی رکھنے کے لئے کچھ قربانی بھی چاہیئے۔

قربانی کے بغیر کوئی چیز نہیں ملتی

یہ زمیندار لوگ دس بارہ من گندم اور جو کی خاطر سال بھر محنت کرتے ہیں۔ جون، جولائی کی سخت گرمی میں کھلیان میں رہتے ہیں، بھوسہ اڑاتے ہیں، غلّہ صاف کرتے ہیں، گوڈی کرتے ہیں۔ در سخت سردی میں سردی کی پرواہ کئے بغیر نیند چھوڑ کر رات بھر پانی دیتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ ہماری نظر میں ایک نعمت اور فائدہ ہے۔ سب عوام یہ سمجھتے ہیں کہ دس من غلّہ آرام وراحت سے بیٹھ کر نہیں مل سکتا۔ اگر کوئی سمجھے کہ میں تو دھوپ کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا، ایک سیر تخم اور کھاد بھی نہیں ڈال سکتا اور وقت پر میرا گھر گندم اور غلّہ سے بھر جائے گا تو لوگ اسے بے وقوف اور پاگل کہیں گے ــــ تو وقت خرچ کرو گے پیسے لگاؤ گے، تکلیف اٹھاؤ گے، قربانی دو گے پھر بھی یقینی نہیں شک والی بات ہے۔ کہ بارش ہو یا نہ ہو جیسے ہمارے علاقے کی خشک زمین ہے۔ مگر ۵، ۶ ماہ ایک امید اور طمع پر کاشتکار ہر قربانی دیتا ہے۔ ایک ملازم مہینہ کے آخر میں تنخواہ ملنے کے تصوّر سے سارا مہینہ ڈیوٹی دیتا ہے تو سوال یہ ہے کہ اسلام جیسی بڑی نعمت دین جس کے برابر کوئی نعمت نہیں، کیا اس کے لئے کسی تگ ودو اور قربانی کی ضرورت نہ ہوگی۔؟ اس نعمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جہنم سے نجات دی۔ وکنتم علیٰ شفا حفرۃٍ من النار فانقذکم منھا۔ اسلام اور دین کی برکت سے جہنم کی گھاٹی کے کنارے انسانوں کو نجات دی گئی۔

رستم کے دربار میں صحابہؓ کی حق گوئی

محترم بھائیو! غالباً حضرت مغیرہؓ یا کوئی اور صحابیؓ ہیں، رستم کے دربار میں گئے جو ایران کے جرنیل تھے، یعنی ہزاروں افواج کا کمانڈر ہے، حضرت مغیرہؓ مسلمان افواج کی طرف سے ان کے پاس گئے، ہاتھ میں ڈنڈا یا نیزہ ہے، پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہیں اسی طرح صحابہؓ کی ایک چھوٹی

سی جماعت ہے۔ تو رستم نے جو کسریٰ بادشاہ کا کمانڈر تھا، جیسے کہ آجکل روس یا چین کی افواج کے سربراہ کو لو، تو وہ ان مفلوک الحال لوگوں کو بھی دیکھتا ہے۔ اپنے زرق برق لباس کو بھی دیکھتا ہے۔ اور ان صحابہؓ کی ہمت کو بھی کہ نہ کپڑے ہیں نہ دولت نہ خزانے، ہمت ایسی کہ عرب سے ایران آئے، ہماری سرزمین پر آکر ہمارے ساتھ جہاد کرتے ہیں۔ وہ پوچھتا ہے کہ اتنی جرأت و ہمت کہاں سے پیدا ہوئی۔ فرمایا: اے رستم ہم غریب لوگ تھے۔ ہماری حیثیت بدداؤں کی تھی، کوئی نہیں پہچانتا تھا ہمیں، بدو جنگل کا باشندہ ہوتا ہے۔ ہم ریتلی صحراؤں کے باشندے ہیں، ہمارے ملک میں نہ کوئی پیداوار ہے نہ آمدنی نہ درآمد برآمد اور اس وجہ سے باہر کی حکومتوں نے اس ملک پر نظر ہی نہیں ڈالی کہ ہر حکومت کوئی ملک حاصل کرتی ہے، تو پہلے اپنے نفع اور آمدنی کا سوچتی ہے۔ عرب میں اس وقت کوئی آمدنی نہ تھی، اب تو اللہ کا فضل ہے، اور واخرجت الارض اثقالھا۔ کا مصداق ہے۔ کہ آج اللہ نے دنیا کا پٹرول اور سونے کی کانیں اُسی سرزمین میں ظاہر کر دیں، ورنہ وہ تو وادیٔ غیر ذرع تھی۔ آج بھی حاجی جاکر دیکھ سکتے ہیں کہ جہازوں کے ذریعہ مٹی لا لاکر زمین پر پھیلاکر کچھ سبزی اور پھول پودے لگاتے ہیں۔

—— تو فرمایا کہ ہم بدو تھے ہم سوسمار کھاتے تھے جو کیڑا مکوڑا مل جاتا جنگل میں تو اسے کھاکر پیٹ پالتے۔ کہیں سفید پتھر پا لیتے تو اس کو سجدے کرنے لگ جاتے۔ نہ ملتا تو مٹی کے ڈھیر پر بکری کا دودھ دوھ کر اسی کی ڈنڈوت کرنے لگ جاتے۔ یہ تو ہمارے مذہب کی حالت اور کھانے پینے کا حال تھا۔

اب اللہ نے ہم پر فضل کیا اور ایک ایسی ہستی کو بھیجا جسکی زندگی اور صداقت ہمارے سامنے ہے۔ اس نے ہمارے سامنے اسلام پیش کیا اور آج ہم اسی اسلام کی برکت سے مصر کی حدود، شام کی حدود، حبش کی حدود تک پہنچ گئے ہیں، اور اب تمہاری باری ہے —— پھر کابل اور پاکستان کا نمبر ہے۔ ہمیں ساری دنیا پر اسلام کا جھنڈا بلند کرنا ہے۔

پھر کہا کہ اب تیری مرضی ہے، کہ اس دعوت کو قبول کرتا ہے یا نہیں۔ اور ہمارے ان پھٹے پرانے کپڑوں پر مت جائیو۔ میرے ساتھی موت کو ایسا محبوب سمجھتے ہیں جیسا تم لوگ شراب کو وہ موت کو حیات سمجھتے ہیں ——۔

ایک جاہلانہ بات اور آج بھی ہمارے بعض بھائی بہنیں مرنے والے کی موت پر کہتے ہیں کہ زندوں پر تو گذرے گی، جانے والا ختم ہو گیا۔ تو مسلمان کا عقیدہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے زندوں کا پتہ نہیں چلتا کہ کیسے گذرے گی۔ آخری خاتمہ کفر پر ہے یا ایمان پر۔ اور جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا وہ کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے فلاح پائی —— تو صحابیؓ نے فرمایا کہ میرے ساتھی موت شہادت کو فلاح سمجھتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ میں قربان ہونے پر موت کے وقت کہتے ہیں کہ فزت ورب الکعبۃ۔ رب کعبہ کی قسم اب میں نے کامیابی پالی ہے۔

موت ذریعۂ وصالِ محبوب | وہ موت سے نہیں بھاگتے بلکہ موت سے گلے ملتے ہیں، خوشی سے، کہ یہ موت تو میرے محبوب کے ملنے کا دروازہ ہے ۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب ۔ اگر دریا کے اُس پار محبوب ہے اور آپ اُس سے ملنا چاہیں تو دریا پر پل کی ضرورت ہوگی تو آپ کو پل بھی محبوب ہوگا کہ اس کے ذریعہ محبوب کا دیدار اور ملاقات ہو جائے گی۔

حضرت بلالؓ پر سکرات طاری تھے۔ ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ ؎

غداً القی الاحبہ　　　محمداً و حزبہ

کل میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت اور اپنے ساتھیوں سے ملوں گا۔ اور آپ کو یہ معلوم ہے کہ قبر میں نکیر و منکر حضورِ اقدس کے بارہ میں بھی پوچھیں گے۔ کہ ما تقول فی حق ھذا الرجل ۔؟ اس ذاتِ اقدسؐ کے بارہ میں آپ کیا جانتے ہیں۔؟ علماء نے کئی توجیہات کی ہیں۔ ایک یہ کہ حضورؐ کے روضۂ اطہر اور اس میت کے درمیان حجاب اٹھ جاتے ہیں۔ اور یہ شخص حضورؐ کو دیکھ رہا ہے۔ اور یہ کوئی ناممکن نہیں، آج ایسی دور بین ہیں کہ یہاں پر لگاؤ تو ڈیرہ اسماعیل خان اور سوات کی پہاڑیوں کے پار سب کچھ نظر آتا ہے۔ ٹیلی ویژن کا کیمرہ ہمیں دنیا کے دوسرے سرے کے حالات دکھا سکتا ہے۔ تو اگر انسان سائنس کے ذریعہ یہ سب کچھ کر سکتا ہے تو خدا کی قدرت کو کوئی بعید نہیں کہ تم اکوڑہ کی قبر میں ہو اور اللہ تعالیٰ یہاں سے حضورِ اقدسؐ کی قبر کی زیارت کرا دے، بیچ کے حجابات اٹھا دے۔

—— تو جب نکیر و منکر ان کیطرف اشارہ کر کے پوچھیں گے کہ ان کے بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تو ایک عاشق اس وقت کتنی خوشی منائے گا۔ اچھلے گا، کودے گا۔ کہ یا اللہ دس سال پہلے مر چکا ہوتا کہ رسول اللہؐ کا دیدار حاصل کر چکا ہوتا۔ اب میت کو گھر بار، بیوی بچوں کی جدائی کا دکھ ہوگا بھی تو حضورؐ کو دیکھ کر سب ختم ہو جائے گا ——— وفات کے وقت حضرت بلالؓ خوش ہو رہے ہیں، ہنستے ہیں کہ اب حضورؐ سے ملاقات ہوگی۔

شہادت حقیقی کامیابی | —— تو رستم کو صحابیؓ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ میرے ساتھی شہادت پہ نثار ہوتے ہیں۔ اسے کامیابی سمجھتے ہیں جو حقیقت میں بھی کامیابی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ایمان نصیب فرما دے اور تمہارے ساتھی کفر کے لئے لڑ رہے ہیں کہ انہیں شراب پلا دو اور دماغ ماؤف کر دو۔ آج بھی دشمن نوجوں پر شراب پلا کر گولی چلواتے ہیں۔

امتِ محمدیہؐ ہونے کی برکتیں | —— تو میرے بھائیو! اسلام کی برکت سے ہم انڈونیشیا سے لیکر قبرص تک لیبیا اور افریقہ کے دور دراز کناروں تک، اندلس تک سب مسلمان ہیں، حکمران ہیں اسلام کی برکت ہے کہ ہمیں حکومتیں ملی ہیں۔ حضورؐ کی برکت سے اللہ نے دین کی نعمت دی اسلام کی برکت ہوگی کہ جب قبر سے حضورؐ اٹھیں گے۔

تو امت ان کے ساتھ ہو گی، وہ امت جو امت اجابت ہو گی۔ پیروی کرنے والی امت، پھر اسلام کی برکت سے حضورؐ کے ساتھ ہی سب سے پہلے امت بھی پل صراط سے گذرے گی، اسلام کی برکت سے جنت کا دروازہ جب سب سے پہلے حضورؐ کیلئے کھولا جائے گا۔ تو امت بھی سب سے پہلے ساتھ ہی داخل ہو گی کہ جہاں آقا ہو وہاں غلام بھی ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ امت باقی انبیاء کرام سے بھی افضل ہے۔ نہیں حاشا و کلا دنیا میں بھی بادشاہ کے خاص خدام نوکر چاکر آگے پیچھے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ پھر وزیر اعظم اور وزراء تو چپڑاسی اور خدام کا درجہ وزیروں سے کم ہے۔ مگر معیت انہیں اپنے آقا کی حاصل ہوتی ہے۔

—— تو آقا کے ساتھ سبقت تو انہیں حاصل ہو گئی اس وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمنا کی کہ میں بھی شامل ہو جاؤں۔ اللہ نے فرمایا کہ تیرا خود اونچا مقام ہے۔ نبی کا مقام الگ اور امتی کا الگ ہوتا ہے۔

چارپائی کی موت پر صحابہؓ کو صدمہ | تو بھائیو! موت کی بات آ گئی، مسلمان وہ ہے جو موت سے بھاگے نہیں خاص کر وہ موت جو اسلام کے لئے دین کے لئے ہو وہ تو اللہ سے ایسی موت مانگتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کو گھر میں چارپائی پر موت آتی تو انہیں صدمہ ہوتا کہ گھر میں چارپائی پر کیوں موت آئی۔

لاش کی منتقلی کی ایک جاہلانہ رسم | ہمارے پٹھانوں میں یہ بھی ایک جاہلانہ رواج ہے کہ کراچی مرے، بمبئی یا کلکتہ میں مریں تو کابل پہنچائیں گے یورپ سے میتوں کو گھر پہنچاتے ہیں۔ یہ پٹھانوں کا غلط رواج ہے، یہ میت کی توہین ہے۔ اور تحقیر ہے اور بہت بڑا ظلم ہے میت کے ساتھ، انسان عاجز ہے، تھوڑی مدت میں لاش سڑ جاتی ہے، پھول جاتی ہے۔ بدبو پھیل جاتی ہے۔ انسان اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ تو ایسا کرنے والے اپنے رشتہ دار اور عزیز، بھائی کی پردہ دری کرتے ہیں۔ تو صحابہؓ کو تو گھر سے باہر جہاد میں شہادت کی تمنا ہوتی تھی۔

حضرت خالدؓ خدا کی تلوار | حضرت خالد بن الولید سیف من سیوف اللہ تھے۔ یعنی خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار۔ خدا نے کافروں کی گردنیں قلم کرنے کیلئے یہ تلوار پیدا کی۔ وہ جب اپنی چارپائی پر وفات پانے لگے تو آس پاس عزیز و اقارب جمع تھے تو دو باتیں انہوں نے فرمائیں۔ ایک یہ کہ دیکھو یہ نہیں کہ ایک شخص میدان کارزار سے دور رہے تو زندہ رہ جائے گا۔ اور میدان کارزار والا مر جائے گا۔ بزدل ہمیشہ یہ سمجھتا ہے۔

موت اٹل ہے۔ | خدا کا ارشاد ہے: اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ۔ جہاں کہیں بھی تم ہو گے موت تمہیں آئے گی۔ خواہ بڑے مضبوط حصاروں اور برجوں میں کیوں نہ بیٹھے ہو —— موت سے نہیں بچ سکو گے۔ برجوں والے یا دوائی اور ڈاکٹروں والے موت سے اگر بچ سکتے تو یہ امراء اور رؤساء کبھی نہ مرتے۔ ایک ایک امیر کے ساتھ دس دس ڈاکٹر لگے ہیں دنیا بھر کی دوائیاں ہیں، موٹریں بھری ہیں دوائیوں کی۔ مگر وہ جب مرتے ہیں تو کوئی نہیں بچا سکتا۔ وما یغنی عنہ مالہ اذا تردی۔ ہاں عالم اسباب میں

دوائیوں کا ارتکاب جائز ہے ۔ مگر یہ عقیدہ کہ محفوظ جگہ بیٹھ کر بچ جاؤں گا۔ یہ غلط بات ہے تو حضرت خالدؓ وفات کے وقت مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات راسخ کرانا چاہتے تھے کہ میری ساری زندگی میدانِ جہاد میں گذری حضورؐ کے زمانے میں، اسلام لانے سے قبل بھی لڑائیوں میں پیش پیش، جنگ احد میں بھی کفار کی طرف سے کمانڈر تھے اس سے قبل کی لڑائیوں میں بھی پھر جب حضورؐ کے قدموں میں گرے اور اسلام لائے تو ہر جہاد میں جرنیل رہے ۔ خادم خاص بنے حضورؐ کے سپاہی بنے حضورِ اقدسؐ نے فرمایا: خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام - جو تم میں جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بھی بہتر و برتر ہے۔

حضورؐ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں جتنی لڑائیاں ہوئیں، حضرت عمرؓ کے دور میں بھی غزوات میں آپ موجود تھے۔ امیر تھے بہت تجربہ کار جرنیل تھے ۔ ان کے بعد کسی قوم نے ان جیسا جرنیل نہیں پیش کیا۔ وہ ساتھیوں سے کہتے ہیں کہ سر سے پاؤں تک، ناخنوں تک سارے جسم پر زخم لگے ہیں۔ نشان سارے جسم پر تھے ، تلوار برچھی نیزے تیر چاقو، سر سے پاؤں تک کوئی جگہ اسلحہ کی ضربوں سے خالی نہ تھی، مگر خدا کو منظور نہ تھا ـــــ تو آج چارپائی پر موت آرہی ہے ۔ اور فرمایا کہ میں اس پر افسوس کر رہا ہوں۔ کہ کیوں گھر میں موت آئی ، کاش میں میدانِ جہاد میں مر جاتا علماء نے اس میں بھی نکتہ بیان کیا ہے کہ حضرت خالدؓ کی اتنی اچھی تمنا کیوں پوری نہ ہو سکی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی شان محفوظ رکھتے ہیں۔ رسولِ کریم نے غزوۂ ذات الامراء میں تین امیر مقرر فرمائے اور فرمایا کہ ایک امیر شہید ہوا تو دوسرا امیر ہوگا ۔ دوسرا شہید ہوا تو تیسرا امیر ہوگا۔ تینوں امراء شہید ہوگئے تو لوگوں نے ان کو ایک فولادی تلوار دیدی تو نو ۹ تلواریں ان کی کٹائی میں ٹوٹ گئیں اور حضرت خالدؓ بچ گئے ۔

حضورؐ مدینہ منورہ میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو اطلاع دیتے جا رہے ہیں کہ فلاں شہید ہوگئے ، اب فلاں شہید ہوگئے ، صحابہ کرام سنتے رہے ، جبرئیل علیہ السلام یہ خبر دیتے رہے ، کئی سو میل دور کی لڑائی کی خبریں وحی کے ذریعہ آرہی ہیں۔ آپؐ جنگ کا نقشہ مدینہ منورہ میں بیان کرتے جا رہے ہیں۔ تو فرمایا کہ اب خدا کے قہر و جلال کی تلوار کے ہاتھ میں تلوار آگئی۔ اب کوئی کافر ٹھہر نہیں سکے گا ۔ سیفٌ من سیوف اللہ۔ تو علماء نے لکھا ہے کہ جب حضورؐ نے انہیں اللہ کی تلوار کہا تو اب تلوار کا کام تو اوروں کو کاٹنا ہے ۔ خود کٹنا نہیں تو اگر آپ میدانِ جنگ میں کافروں کے ہاتھوں شہید ہوئے ہوتے تو کافر ہنستے کہ یہ کیسی تلوار تھی کہ ہم نے کاٹ دی تو حضورؐ کے عطا کردہ لقب کو اللہ نے محفوظ رکھنا تھا۔ تو یہ تمنائے شہادت ، شہادت کی شکل میں پوری نہ ہو سکی ۔ مگر وہ تو غازیوں کے سردار ہیں۔

ـــــ تو غرض یہ ہے کہ حضورِ اقدسؐ اور صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ سے مانگتے تھے کہ اللہ کی راہ میں قربان ہو جائیں حضورِ اقدسؐ جمعہ کا دن ہے خطبہ دے رہے ہیں حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ چھوٹے بچے تھے۔

مسجد میں تشریف لائے، حضورؐ نے انہیں گود میں اٹھالیا۔ اور فرمایا کہ یہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ سیدا شباب اھل الجنہ۔ حضرت حسنؓ کو اشارہ فرما کر کہا کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میری امت کے دو فریقوں میں صلح کرائے گا۔

آپ نے اولاد اور صحابہؓ کے بچنے کی دعا نہ فرمائی | حضورؐ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہوچکا تھا کہ میری یہ اولاد اللہ کی راہ میں شہید ہوگی۔ جیسے حضرت حسینؓ کربلا میں شہید ہوئے تو اللہ نے ان کو بتلا دیا۔ حضورؐ نے اشارات بھی مستقبل کے فرمادئے۔ جیسے ایک دفعہ حضورؐ جبل احد پر چڑھے۔ ان کے ساتھ صدیقؓ بھی تھے، حضرت عمر فاروقؓ بھی اور حضرت عثمان بھی، تو پہاڑ ہلنے لگا۔ گویا خوشی سے ناز رفتاری کرنے لگا۔ جیسے کبھی گھوڑے پر سواری کے وقت مستی آجائے، وہ جھوم اٹھتا ہے، تو پہاڑ خوشی سے جھوم اٹھا۔ تو حضورؐ نے پہاڑ پر ایک ٹھوکر دے کر فرمایا کہ: اسکن فان علیک نبی وصدیق وشھیدان۔ ادب سے رہو، اس لئے کہ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔ ایک حضرت عمرؓ اور دوسرے حضرت عثمانؓ شہید تھے اور حضورؐ کو وحی سے معلوم ہوا تھا کہ یہ خدا کی راہ میں شہید ہوں گے، خبر دیدی۔ مگر یہ دعا نہ کی کہ یا اللہ انہیں قتل ہونے سے بچالے، ان کو ظالموں اور قاتلوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھے، اس لئے کہ شہید ہونا تو عین کامیابی ہے ــــ فزت ورب الکعبہ۔

شہادت پر ماتم کرنے والوں کو سبق | آپ تو چاہتے تھے کہ میری اولاد اور میرے صحابہؓ خدا کی راہ میں سب کچھ قربان کردیں۔ ہم نے دعویٰ تو کیا کہ سب کچھ اللہ کے ہاتھ قربان کریں گے مگر جب عمل کا وقت آیا تو پیچھے ہٹنے لگیں اور مجاہدین اور شہداء کا ماتم کرنے لگ جائیں۔ آج اگر ایک جاہل کہدے کہ حضورؐ کو پتہ تھا کہ حضرت حسینؓ شہید ہوں گے، اور ایسے ایسے مظالم اور مصائب جس کا شیعہ ماتم خوان بڑھا چڑھا کر ذکر کرتے رہتے ہیں۔ تو حضورؐ نے دعا کیوں نہ فرمائی کہ میرے نواسے اس تکلیف سے بچ جائیں۔ تو اُن کا جواب تو یہ ہے کہ حضورؐ کا راہِ خدا میں مال و جان اور اولاد و صحابہؓ کا قربان ہوجانا عین مطلوب ہے۔ موت تو آنی چیز ہے، جب شہادت کی شکل میں آئے تو خوشی کا باعث ہے نہ کہ غم اور ماتم کرنے کا۔

شاہ عبدالعزیزؒ کے الزامی جوابات | اور ایسے لوگوں کو الزامی جواب دینا تو حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کا کمال تھا۔ دہلی میں بڑے بڑے علماء ہیں انگریز نئے نئے ہندوستان آئے تو ان کے پادری اسلام کے خلاف شبہات پھیلاتے اور مناظرے کرتے تھے۔ ایک پادری یورپ سے آیا، شاہ صاحب کی شہرت سنی تو وائسرائے سے خواہش ظاہر کی کہ ذرا ان سے ملا دیجئے۔ کہا: انہیں مت چھیڑو، زبردست عالم ہیں، شرمندہ ہوجاؤ گے۔ اُن سے مناظرہ مشکل ہے۔ اس نے کہا میں نے بہت ایسے علماء دیکھے ہیں، آپ ملاقات کرا دیں۔ انگریز حاکم نے کہا،

بہت بہتر، مل لیں گے۔

—— ملاقات کے وقت بہت سی باتیں ہوئیں۔ جن میں دو باتیں بطور خاص تھیں، ایک بات پادری نے حضرت شاہ صاحبؒ سے یہ دریافت کی ایک راستہ پر ایک مسافر جا رہا ہے، آگے ایک چوراہے پر پہنچ کر دیکھتا ہے کہ ایک درخت کے سایہ میں ایک شخص سویا پڑا ہے، اور دوسرا شخص اس کے ساتھ بیٹھا جاگ رہا ہے۔ اس رہگذر کو راستہ کی تلاش ہے کہ چوراہے پر کدھر مڑے، اب یہ رہگذر سوئے ہوئے شخص سے پوچھے گا یا جاگنے والے سے۔ شاہ صاحب سوال کی تہ میں پہنچ گئے اور فوراً کہا کہ سوتے ہوئے شخص کا انتظار کرے گا۔ اس لئے کہ جاگتا ہوا خود اسی انتظار میں بیٹھا ہوا ہے۔ کہ سویا ہوا جاگے تو مجھے راستہ بتلا دے اس کو راستہ معلوم نہ تھا، اس لئے تو بیٹھ گیا ہے ورنہ چلتا رہتا۔ اب نیا آنے والا بھی جاگنے والے سے کیا پوچھے گا۔

مسیحؑ کی نہیں حضورؐ کی پیروی | تو مطلب پادری کا یہ تھا کہ تم مسلمان خود حضور اقدسؐ کی وفات کے قائل ہو کہ وہ دنیا سے آرام فرما چکے ہیں۔ گویا کہ جیسے سوئے ہوئے ہوں۔ اور حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں تم معترف ہو کہ وہ آسمانوں میں زندہ ہیں۔ تو اب آپ لوگ جاگے ہوئے سے دریافت کریں گے یا سوئے ہوئے سے۔ مطلب یہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ خود انتظار میں جاگ رہے ہیں کہ ضرورت پڑے کہ سوئے ہوئے کی مدد کیلئے پہنچ سکوں اور وہ قیامت سے پہلے اٹھے ہوئے فتنوں سے دین اسلام کی حفاظت فرماویں گے۔ وہ سوئے ہوئے کے آرڈر کے انتظار میں ہیں کہ اس کے احکام پر عملدرآمد کراؤں، انگریز ساکت ہو گیا، جواب سمجھ گیا۔

پھر دوسری بات یہ پوچھی کہ حضورؐ اللہ کے محبوب ہیں۔؟ فرمایا ہاں۔ کہا اللہ تو ان کی دعا قبول فرماتے ہوں گے۔؟ کہا ہاں، ضرور کہا تو پھر انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ ظالم لوگ کربلا میں میرے نواسے کو شہید کریں گے۔ اگر معلوم تھا تو وہ خدا سے دعا نہیں کرتے تھے کہ یہ ظالم برباد ہو جائیں کہ میرے نواسے تکلیف سے بچ جائیں۔ پھر وہ اتنے مقرب خداوندی تھے تو ایسی دعا خدا نے قبول نہ کی۔؟ تو جواب یہ تھا کہ پیغمبر اور صحابہؓ خدا سے قربانی مانگتے ہیں، قربانی سے پناہ نہیں مانگتے۔ بھوک ہو پیاس ہو موت ہو تکلیف ہو جو بھی ہو وہ مرضیٔ خداوندی کے طلبگار رہتے ہیں۔ مگر پادری تو طنز کر رہا تھا کہ حضورؐ خدا کے مقرب ہوتے تو ان کے نواسہ پر ظلم کیسے ہوتا۔ اور حضورؐ نے بد دعا اگر کی ہو تو خدا نے قبول نہ کی۔ شاہ صاحب نے الزاماً جواب دیا کہ پادری صاحب بات یہ ہے کہ حضورؐ نے فریاد اور شکایت کی کہ میرے نواسے کو ظالموں نے گھیرا ہے اے خدا ان سے بچا دے تو خدا نے کہا اے نبیؐ تو نواسے کا غم کر رہا ہے۔ اور یہ انسان اتنے ظالم ہیں کہ خود میرے بیٹے (معاذ اللہ) حضرت عیسیٰؑ کو پکڑ کر سولی پر چڑھایا اور وہ چلا چلا کر مجھ سے مدد مانگ رہا تھا کہ۔ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ اور آج بھی عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اے میرے باپ مجھے ان یہودیوں سے بچا دے مگر میں اپنے بیٹے کو نہ بچا سکا۔ تو تیرے نواسے کو کیسے

بچاؤں ۔ پادری الزامی جواب سے ایسا سمجھا کہ دم دبا کر انگریز حاکموں سمیت بھاگ گیا ۔

الغرض حضورؐ نے شہادتوں کی خبر تو دی مگر یہ واقعات ٹلنے کی دعا نہ فرمائی کہ ان اللّٰہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ ۔ خدا تو مومنوں سے ان کے جان و مال جنت کے بدلے خریدتے ہیں۔ قربانی نہ ہو اور جنت یہ ناممکن ۔ ایک زمیندار اگر چاہے کہ گندم حاصل کروں مگر ہم اسے کہیں کہ کاشت نہ کرو ، بیج نہ بوؤ ، تکلیف مت اٹھاؤ پانی مت دو تو کیا اسے ایسا کر کے غلہ اور اناج مل جائے گا ۔ تم اسلام میں درجہ چاہو تو قربانی دو گے ۔ ورنہ قربانی کے بغیر کچھ نہ ہو سکے گا ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا حافظ محمد اشرف صاحب
صدر شعبۂ عربی اسلامیہ کالج، پشاور

نبوت سراسر رحمت ہے، ہر نبی رحمت بن کر آیا۔ چنانچہ آیت وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ۔ (البقرہ ۱۰۵)
(اور اللہ تعالیٰ خاص کرتا ہے اپنی رحمت (یعنی نبوت) سے جس کو چاہتا ہے۔) کا یہی مفاد ہے۔ لیکن وہ ذاتِ پاک جسے اللہ تعالیٰ نے "رحمۃ للعالمین" کے نام سے نوازا، وہ صرف ہمارے آقا و مولا حبیبِ خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

قولِ خداوندی ہے۔

آپ کی رحمت زمان و مکان کی وسعتوں پر چھائی ہوئی اور ازل و ابد پر محیط ہے۔ آپ کا ہر قول و فعل، ہر ارادہ و عمل، ہر حرکت و سکون، ہر تکلم و سکوت، ہر نظریہ و فکر غرض زندگی کا ہر جزو کل رحمت ہی رحمت ہے۔ نہ صرف آپ کی ذات بابرکات ہی سراپا رحمت ہے، بلکہ آپ کا دیا ہوا صحیفۂ الٰہی، آپ کا پہنچایا ہوا دین، آپ کی لائی ہوئی عبادات، آپ کی شریعت اور اس کا ایک ایک حکم، آپ کا پیش کردہ طرزِ ماندو بود، و نظام ہائے معیشت و معاشیات، اقتصاد و سیاسیات، عدل و معاشرت، اور انسان کے جملہ طبقات اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے بارے میں ہدایات سب نری رحمت ہی ہیں۔ صحیفۂ اسلام کے بارے میں قرآن خود گویا ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (اسراء۔ ایت ۸۲)
اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں شفا اور رحمت ہیں۔ (بیان القرآن)

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۔ (النحل ایت ۸۹)
اور ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے کہ تمام (دین کی) باتوں کا بیان کرنے والا ہے، اور (خاص مسلمانوں) کے واسطے بڑی ہدایت اور بڑی رحمت اور خوشخبری سنانے والا ہے۔ (بیان القرآن)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پیام میں سب سے پہلی بات جس کی طرف دعوت دی جاتی ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ

کی ذات وصفات ہوتی ہیں۔ اس لئے تصورِ الٰہی اور صفات خداوندی، مذہبی نقطۂ نظر سے نہایت ہی اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ مصرِ قدیم نے خدا کی ذات کو نوکروڑ خداؤں میں تقسیم کر دیا۔ ہندوؤں نے خدا کی صفات کو لاکھوں دیوتاؤں میں بانٹ دیا، یونانِ قدیم مختلف پہاڑوں پر اپنے مختلف دیوتاؤں اور خداؤں کی جلوہ سامانیاں دیکھتا رہا۔ بدھ کی تعلیمات خدا کے ذکر سے ساکت ہیں، زردشت کو آگ میں "یزدان" کا جلوہ دکھائی دیا۔ اور سلبی صفات "اہرمن" کے حوالے کر دی گئیں۔ یہودی صحیفے اور موجودہ تورات عموماً اللہ تعالیٰ کی صفات کے تذکرہ سے خالی ہیں۔ یہود کے ہاں اللہ کا خصوصی نام "یہواہ" اور عام نام "الوہیم" کا ہے۔ لیکن صفات میں اگر کسی صفت کا ذکر ہوتا ہے تو وہ جلال کا مظہر "غیور و الا خداوند" ہے۔ موجودہ عیسائیت خدائی صفات کو "آقانیم ثلاثہ" کے فلسفۂ اور عقدۂ لاینحل میں گم کر بیٹھی۔ خدا کو "باپ" کا نام دیکر مادی صفات سے تنزیہ خداوندی کو آلودہ کر دیا گیا
(حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پہاڑی کا وعظ بیشک محبت و پیار کا پیام ہے۔ لیکن اس وعظ کو اگر عیسیٰ علیہ السلام ہی کے قول پر پرکھا جائے کہ "جیسے درخت پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ انسان عمل سے پہچانا جاتا ہے۔" عیسائیوں کا عمل ثابت کرتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کی وہ تعلیم کوہ زیتون کی فضاؤں میں ہی تحلیل ہو کر رہ گئی۔)
اب آیئے اس پیغمبر (روحی فداہ) صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آخری وصیت اور تورات کے آخری کلمات اور پیشنگوئی کے مطابق کوہ فاران پہ دس ہزار قدوسیوں[1] کے ساتھ آیا، اور جس کے منہ میں خداوند نے اپنا کلام ڈالا اور جو کچھ خدا نے اس سے کہا، وہ سب اس نے لوگوں سے کہا[2]۔ اور وہ رسول جس

---

[1] عہد نامہ قدیم استثناء ۳۳۔ ۱، ۲، ۳ میں ہے۔ یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مردِ خدا نے اپنے مرنے سے پہلے بنی اسرائیل کو بخشی اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا۔ اور سعیر سے ان پر طلوع ہوا، اور فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا دس ہزار مقدسوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت ان کے لئے تھی۔ ہاں وہ اپنے لوگوں سے بڑی محبت رکھتا ہے۔ اس کے سارے مقدس ہمراہی تیرے ہاتھ میں ہیں۔ اور وہ تیرے قدموں کے پاس بیٹھے ہیں۔ اور تیری باتوں کو مانیں گے۔" قرآنِ کریم کی اس آیت میں اس پیشنگوئی کا تذکرہ ہے۔ (محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم...... ذلک مثلھم فی التوراۃ۔)

[2] میں ان کیلئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اس سے کہوں گا وہ سب ان سے کہے گا۔ استثناء ۱۸۔ ۱۹

کا وعدہ عیسیٰ علیہ السلام کر گئے تھے۔ کہ وہ سچائی کی روح آئے گی، اور وہ تمہیں ساری سچائی کی بات بتائے گی۔ اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی، لیکن جو کچھ وہ سنے گی سو کہے گی"۔ (انجیل یوحنا۔ باب ۱۶-۷)

وہ بشارت عیسوی کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ کی سب سے زیادہ حمد وثنا کرنے والا "احمدؐ" (فارقلیط) آیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمانیت ورحیمی، ربوبیت وکریمی، ستاری وغفاری کے نغموں کے ساتھ آیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی جود وسخا، بخشش وعطا، غفران ولعما سے عالم پرشور تھا۔ اس کا پیام سراپا محبت وشفقت اور رحمت تھا۔ آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وستائش، تنزیہہ وتقدیس، جمال ونوال، جلال وکمال وصفات وشئون کی رنگارنگی اور بے چونی وبے چگونی کی تعلیمات سے معرفت ربانی وعرفان الٰہی کے تو بر تو پردوں کو یکسر چاک کر دیا۔ اور باری تعالیٰ کی صفات عالیہ اپنی پوری جلوہ سامانیوں وجمال آرائیوں اور حسن وکمال کی تابانیوں، اور محبت ولطف، عطاء ودہش کی ارزانیوں کے ساتھ مخلوق سے روشناس کرا دیا، جس کا عشر عشیر تو کیا اقل قلیل بھی دوسرے مذاہب وادیان کی تاریخ میں نہیں ملتا۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات کی جو پردہ کشائی فرمائی۔ اور مستورِ ازل کی جو رونمائی فرمائی۔ اس میں خالق کائنات کی ذات عالی کسی ظالم وجابر حاکم ومالک کی صورت میں ظاہر نہیں ہوتی بلکہ حسن وجمال، جود ونوال، لطف وعطا وعفو ودرگذر، رحم وکرم کا سراپا، اپنی عزت واجلال، کبریائی وکمال کے ہالہ میں پرتو فگن ہے، جس کا مقصد ہی نوازش وبخشش ہے۔ اور جو پیہم پکار رہا ہے ؎

من نہ کردم خلق تا سودے کنم
بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

چنانچہ گو اللہ کیلئے جملہ اچھے نام وصفات ہیں، لیکن علم کے طور پر جو نام اسلام نے چنے وہ اللہ یا اس کے بعد رحمٰن کا نام ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۖ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ
(اسرائیل۔ ۱۲۔ آیت ۱۱۰)

آپ فرما دیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر پکارو۔ جس نام سے بھی پکارو گے، پس اسی کے واسطے بہت اچھے نام ہیں۔

اللہ کا معنی، عربی لغت کے لحاظ سے دلوں کے اس محبوب اور پیارے کے ہیں جو تلاش کو مدہ سے اور جسکی محبت میں لوگ حیران وسرگردان ہوں۔ گویا "اسلام کا خدا" نرا محبت ہی محبت اور پیار ہی پیار ہے۔ قرآن کریم میں اللہ کا لفظ، ۲۶۹ مقامات پر آیا ہے، گویا رحمت وپیار کے اس جامع ومانع لفظ سے قرآن کا صفحہ صفحہ روشن ہے۔ "الرحمٰن" دوسرا اسم علم ہے جو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" میں ۱۱۴ بار، ویسے ۵۵ بار قرآن کی زینت بنا ہے۔ "الرحمٰن" کا معنی نہایت مہر ورحمت اور رحم کرنے والے کے ہیں۔ اس سے ملتا جلتا دوسرا

نام "الرحیم" ہے۔ جس کا معنی بار بار اور بہت ہی رحم کرنے والے کے ہیں۔ "تسمیہ" کے علاوہ یہ نام قرآن میں ۹۳ بار آیا ہے۔ خیال رہے کہ محققین کے نزدیک "رحمٰن رحیم" دونوں رحمت سے مشتق ہیں۔ اور رحمت اس جذبہ و نرمی کو کہتے ہیں جس سے کسی دوسری ہستی کے ساتھ محبت و شفقت لطف و احسان اور فضل و کرم کرنے کا داعیہ غالب آجائے۔ مشہور عالم و بزرگ ابن مبارک کا قول ہے۔ رحمٰن وہ ذات ہے کہ جب اس سے مانگا جائے، تو عطا فرمائے اور رحیم وہ ذات ہے کہ اس سے نہ مانگا جائے تو غضب میں آئے۔

چوتھا نام جس سے صحیفۂ الٰہیہ سورۂ فاتحہ سے لیکر سورۂ الناس تک منور ہے، "الرّب" ہے۔ جو مختلف اضافتوں کے ساتھ قرآن کریم میں ۹۰۲ بار آیا ہے۔ "الرّب" پرورش کرنے والی وہ ذات ہے جو عدم سے وجود میں لاکر ہستی کے جملہ مراحل اور ابدالاباد تک موجودات کے وجود و پرورش و ترقی کی ذمہ دار ہو۔ عیسائیت "رب" کو "اب" جیسا مادی نام دیکر فخر کرتی ہے۔ لیکن "اب" (باپ) کا تعلق اولاد سے ایک حادثہ کا نتیجہ ہے۔ "باپ" پیدائش و پرورش کے تمام مراحل میں مجبور و معذور ہے، لیکن "رب" کا تعلق پلنے والے کے ساتھ عدم و عالم ارواح سے لیکر پیدائش اور موت اور ابدالاباد تک محیط ہے۔ اور وہ اس پرورش پر مجبور نہیں بلکہ اپنے لطف و رحمت اور شانِ ربوبیت کی وجہ سے پالتا ہے۔ یہ تعلق ہمہ گیر ازلی و ابدی ہے۔

"النبی الرحمۃ" حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیفۂ آسمانی اسی طرح اللہ تعالیٰ کے رحمت، و شفقت، محبت و احسان سے بھرپور ناموں سے منور ہے۔ تفصیل کا موقع نہیں۔ ورنہ بتایا جاتا کہ رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی جن صفات، کو کھولا وہ اکثر رحمت و محبت، شفقت و کرم ہی سے عبارت ہیں۔ اور جہاں "تدبیرِ انتظام" اور "جلال و کمال" کی حکمت کی وجہ سے سزا اور وعید کا تذکرہ آیا ہے۔ وہ بھی رأفت و رحمت کے لبادہ میں لپٹا ہوا ہے۔ یہاں یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ قرآن کریم رحمت و عطا و بخشش وغیرہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام لیتا ہے۔ لیکن "عذاب" و انتقام کیلئے اکثر اضافت کے ساتھ اپنی طرف نسبت کرتا ہے مثلاً

اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (الاعراف۔ آیت ۱۶۷)	بلاشبہ آپ کا رب واقعی (جب چاہے) جلدی ہی سزا دیتا ہے اور بلاشبہ وہ غفور (بڑی مغفرت والا) اور رحیم (بڑی رحمت والا ہے۔)
اِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (الانعام۔ آیت ۱۶۵)	بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا (بھی) ہے۔ اور بالیقین وہ واقعی (غفور) بڑی مغفرت کرنے والا (رحیم) مہربانی کرنے والا (بھی) ہے۔
اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ	تم یقین جان لو کہ اللہ تعالیٰ سزا بھی سخت دینے

وَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ (المائدہ۔ آیت ۹۸)
اور اللہ تعالیٰ (غفور) بڑے مغفرت والے ہیں۔ اور (رحیم) بڑی رحمت والے بھی ہیں۔

نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ۔ (الحجر ۴۹۔ ۵۰)
(اے محمد) آپ میرے بندوں کو اطلاع دے دیجئے کہ میں بڑا مغفرت (غفور) اور رحمت والا (رحیم) بھی ہوں۔ اور (نیز) یہ کہ میری سزا دردناک سزا ہے۔

وَاللّٰهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ۔ (ال عمران۔ المائدہ ۹۵)
اور اللہ تعالیٰ عزیز یعنی زبردست ہیں۔ انتقام لے سکتے ہیں۔

غرض "النبی الرحمۃ" صلی اللہ علیہ وسلم۔ کا پروردگار رحمت ہی رحمت ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بارے میں بار بار آتا ہے۔

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ (الانعام۔ ۵۴)
تمہارے رب نے رحمت فرمانا اپنے ذمہ مقرر کر لیا ہے۔

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ۔ (الانعام۔ آیت۔ ۱۳۴)
اور آپ کا رب بالکل غنی ہے، رحمت والا ہے۔

فَقُل رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ ط (الانعام۔ ۱۴۷)
تو آپ فرما دیجئے کہ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے۔

وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ ط (الکہف۔ آیت ۵۸)
اور آپ کا رب بڑا مغفرت کرنے والا (اور) بڑا رحمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت ہر چیز سے وسیع ہے، ارشاد ربانی ہے۔

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ۔ (الاعراف۔ ایت ۱۵۶)
اور میری رحمت تمام اشیاء کو محیط ہو رہی ہے۔

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا۔ (المومن۔ ایت۔ ۷)
اے ہمارے پروردگار آپ کی رحمت (عامہ) اور علم ہر چیز کو شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فیضان کو کوئی روک نہیں سکتا۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِن رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا۔ (فاطر۔ ۲)
اللہ تعالیٰ جو رحمت لوگوں کیلئے کھول دے، سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا گمراہی اور کفر ہے۔

قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ۔ (الحجر۔ ۵۶)	ابراہیم نے فرمایا کہ بھلا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے بجز گمراہ لوگوں کے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا صحیفۂ آسمانی میں اللہ تعالیٰ اپنے گنہگار بندوں کو محبت و پیار سے اپنا بندہ کہہ کر پکارتا ہے۔ اور کیا نوید جانفزا سناتا ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ (الزمر۔ ۵۳)	آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے (کفر و شرک کرکے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو بالیقین خدا تعالیٰ تمام (گذشتہ) گناہوں کو معاف فرما دیگا۔ واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔

اس آیت کا شانِ نزول بھی جو طبرانی نے نقل کیا ہے، رحمت مجسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم و رأفت اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت اور گنہگاروں کی رعایت و نازبرداری کا اچھوتا نمونہ ہے۔

بدر کے ہیرو، عم رسول سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی ابن حرب تھے۔ جنہوں نے چھپ کر وار کرکے اللہ کے اس شیر کو شہید کر دیا تھا۔ اور پھر جس بے دردی سے ان کے ناک کان کاٹے گئے۔ اور دل کو نکال کر چبایا گیا۔ تاریخ کا ایک روح فرسا واقعہ ہے جس کا اثر آخر تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پاک پر رہا۔ لیکن کیا جذبۂ دعوت و شفقت تھا۔ وحشی کو اسلام کا پیغام دے کر بھیجتے ہیں۔ وہ قرآن کریم کی آیتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواباً کہلواتے ہیں:

یا محمد کیف تدعونی وانت تزعم ان من قتل او اشرک او زنی یلق اثاما ط یضاعف لہ العذاب یوم القیامۃ ویخلد فیہ مھانا وانا صنعت ذلک فھل تجد لی من رخصۃ۔	اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مجھے اسلام کی دعوت کیسے دیتے ہیں اور آپ کا دعویٰ ہے کہ جس نے شرک اور زنا کیا، وہ گناہ میں جا پڑا۔ اور قیامت کے دن اسے دگنا عذاب ہوگا۔ اور اس میں خوار پڑا رہیگا۔ اور میں نے یہ تمام کام کئے ہیں۔ پس کیا میرے لئے کوئی چھٹکارا کی صورت آپ پیدا کر سکتے ہیں۔؟

وحشی کے اس پیام پر رحمت حق جوش میں آتی ہے۔ اور کیا عجیب استثنار کی آیت نازل ہوتی ہے:

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۔ (الفرقان ۔ ۷۰)

مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کئے۔ تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیگا اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

...

وحشی رضی اللہ عنہ کہنے لگا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ توبہ، ایمان اور عمل صالح کی شرط سخت ہے۔ شاید میں یہ پوری نہ کر سکوں۔ اس پر دوسری آیت نازل ہوئی :

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (النساء ۔ ۴۸)

بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے۔ اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں، جس کے لئے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے۔

...

وحشی رضؓ نے اب اور بات نکالی اور کہا :
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس بات میں بھی مجھے مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع دکھائی دیتی ہے۔ پس میں نہیں جانتا کہ مجھے بھی بخشے گا یا نہیں۔ پس اس کے علاوہ کوئی بات ہو سکتی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ط إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (الزمر ۔ آیت ۔ ۵۳)

آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے (کفر و شرک کرکے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے نا امید مت ہو بالیقین خدا تعالیٰ تمام (گذشتہ) گناہوں کو معاف فرما دے گا واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔

...

وحشی نے کہا اب بات ٹھیک ہوئی۔ اور اسلام لے آئے۔ بعض لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہم بھی وحشی کی طرح ان باتوں کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا : یہ بشارت اور حکم عام ہے۔
(مجمع الزوائد ج ، صنا ۔ بخاری میں بھی اسکی مؤید روایت موجود ہے ۔ ج ۲ صنا برروایت ابن عباس)
کیا رحمت کا ٹھکانا ہے۔ ایک گنہگار کے کیا کیا ناز اٹھائے جاتے ہیں۔ اور رحمت نہ صرف گناہوں کو معاف کرنے کی بشارت دیتی ہے۔ بلکہ گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کرنے کا بھی اعلان عام دیتی ہے۔ کیا اس عفو عام

اور رحمت بے پایاں کی نظیر کسی اور جگہ ملتی ہے۔ ابوسعید ابوالخیر نے اسی پیام کو کیا خوب لفظوں میں ادا فرمایا ہے۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ — گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

ایں درگہ ما درگہِ نومیدی نیست — صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

بخاری وغیرہ کی صحیح حدیثوں میں ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو پیدا کیا تو خود اپنے اوپر رحمت کی پابندی عائد کرلی اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے گنہگاروں اور سیہ کاروں کو بخشش ورحمت کا مژدہ، عفو عام کا اعلان بار بار سنوایا گیا۔ تفصیلات کا وقت نہیں، ایک حدیث پر اکتفا کرتا ہوں کہ:

" اے آدم کے بیٹو! جب تک تم مجھے پکارتے رہوگے۔ اور مجھ سے آس لگائے رہوگے۔ میں تمہیں بخشتا رہوں گا، خواہ تم میں کتنے ہی عیب کیوں نہ ہوں، مجھے پرواہ نہیں، اے آدم کے بیٹو! اگر تمہارے گناہ آسمان کے بادلوں تک بھی پہنچ جائیں۔ اور پھر تم مجھ سے معافی مانگو تو میں معاف کردوں، خواہ تم میں کتنے ہی عیب کیوں نہ ہوں۔ مجھے پرواہ نہیں۔ اے آدم کے بیٹو! اگر پوری سطح زمین بھی تمہارے گناہوں سے بھری ہو، پھر تم میرے پاس پوری سطح زمین بھر مغفرت سے کر آؤں گا۔ (جامع ترمذی۔ ابواب الدعوات — جمع الفوائد ج ۲ ص۳۰۲)

اللہ تعالیٰ نے اپنی اس رحمت بے پایاں کو صرف اپنی ذات تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اپنے بندوں اور خواص پر اس کا پرتو ڈال کر انہیں بھی بحد بشری اور حسب استعداد و ظرف اپنی رحمت کا مظہر بنایا جس کا سب سے بڑا حصہ اس شاہکار خلق، زبدۂ نبوت، فخر کون و مکان، مقصودِ آفرینش، خاتم الرسل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا، جنہیں خداوند قدوس نے خود " تمام جہانوں کیلئے رحمت " یعنی رحمۃ للعالمین کہہ کر پکارا۔ اور اپنے اسماء خاصہ میں سے رأفت و رحمت سے بھرپور دوناموں سے اُن کی ذات عالی کو نواز دیا اور ارشاد فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ (التوبہ۔ ۱۲۸)

لوگو! تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں۔ تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے۔ اور تمہاری بھلائی کے بہت خواہشمند ہیں۔ اور مؤمنوں پر نہایت شفقت کرنے والے اور مہربان ہیں۔

کیا احسان الٰہی ہے، اسکی ذات بھی رؤف ورحیم اور اس کا بندۂ خاص بھی اس کا مظہر اتم بن کر رؤف رحیم۔

تو کریمی و رسول تو کریم — صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

(مسلسل)

مولانا قاری محمد سلیمان صاحب۔ ٹیکسلا

صحابہ کرامؓ کی برائت

ادبؔ

دورِ خلافت کے سازشیوں کا تاریخی تجزیہ

صحابہؓ قرآن میں | صحابۂ کرام رضوان علیہم اجمعین، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت[1] یافتہ پاکیزہ ترین جماعت ہیں۔ اور انبیاء کرامؑ کے بعد مخلوقات میں بہترین[2] خلائق ہیں، ہاں، ان کے آپس میں بیشک درجات[3] ہیں، لیکن سب کے ساتھ[4] اللہ تعالیٰ کا اچھا وعدہ ہے۔ اور قیامت کے دن مومنوں کو جنت میں جو سب سے بڑا انعام ملے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا[5] ہے۔ صحابۂ کرام کو یہ انعام[6] اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں عطا فرما دیا تھا۔ وذالك فضل الله يوتيه من يشاء۔ اسی لئے صحابۂ کرام کے لئے شرعی اصطلاح جو استعمال کی جاتی ہے وہ رضی اللہ عنہ ہے۔

تاریخی کتب کی حیثیت | رہا تاریخ کا مسئلہ! تو اہلِ علم کے ہاں یہ مصدقہ بات ہے کہ زمانۂ سابق کے تمام تاریخی مجموعہ جات ان مؤرخین کی عظیم کوششیں ہیں جنکو بنظرِ استحسان دیکھا جائے گا۔ کیونکہ وہ اپنے حالات کے اعتبار سے یہی کچھ کر سکتے تھے۔ کہ تاریخی مواد اکٹھا کر گئے۔ اب ان تواریخ پر نقد و جرح پچھلوں کا کام ہے۔ ہم کسی تاریخی مجموعہ کو نہ مستند کہہ سکتے ہیں نہ غیر مستند۔ استناد یا غیر استناد کا تعلق ان کی روایات سے ہے۔ خصوصاً صحابۂ کرام کا مسئلہ تو عقائد اسلام کا مسئلہ ہے۔ اس لئے صحابۂ کرام کے بارے میں کسی بھی تاریخی روایت کو نقد و جرح کے بغیر نہیں لیا جا سکتا۔ البتہ قرآن حدیث کے ساتھ جو تاریخی روایات جوڑ کھائیں گی ان کو لے لیں گے۔ لیکن اس بات کو تو کسی بھی

---

[1] وَيُزَكِّيهِمْ۔ (جمعہ ۲) [2] أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ (بینہ ۷)

[3] لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ۔ (الخ) (حدید ۱۰)

[4] وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ۔

[5] وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ۔ (توبہ ۷۲)

[6] لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ۔ الخ (فتح ۱۸)

[7] وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ۔ الخ (توبہ ۱۰۰)

دور میں جائز نہیں سمجھا گیا کہ مؤرخین اور ان کی روایات کو تو تنقید سے بالاتر سمجھا جائے اور "الصحابۃ کلہم عدول" کو تنقیص کا نشانہ بنایا جائے۔

اس سلسلے میں ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے "کہ اگر تاریخ میں بھی جرح و تعدیل سے کام لیا گیا تو تاریخ کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا" یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ جب یہ مسلّم ہے کہ تواریخ صرف روایات کا ذخیرہ ہیں اور ان میں موافق، مخالف ہر دو قسم کی روایات ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ جس نے نقد و جرح کے بغیر اپنے قائم کردہ مزعومہ کی بناپر مخالف روایات کو لیا تو دوسری قسم اس سے رہ گئی۔ تاریخ کا بہت سا حصہ تو اس طرح بھی ضائع ہو گیا۔ (اگر ضائع ہونا اسی کو سمجھا جاتا ہے۔) یہ ایک علمی فریب ہے یا پھر تحقیقی کام سے گلو خلاصی کا آسان بہانہ ہے ورنہ اس دور کا اصل تاریخی کام ان تاریخی ماخذوں کی روایات اور رُواۃ کی چھان پھٹک اور جرح و تعدیل سے نئی تاریخ مدّون کرنا ہے۔ ورنہ صحابہ کرامؓ کی سیرتیں، ان کے کارہائے نمایاں، ان کا کردار تو قرآن و حدیث نے بیان کر دیا اور علماءِ علم کلام نے صحابہ کرامؓ سے متعلقہ عقائد تو صدیوں پہلے مدوّن فرما دئے۔

اس دور میں "علم تاریخ" ایک اہم حیثیت حاصل کر گیا ہے۔ اب اگر ہمیں علم تاریخ کی رُو سے بھی صحابہ کرام کو دیکھنا ہے۔ تو اس کے لئے ایک ہی راستہ ہے۔ کہ روایات کو نقد و جرح کے ساتھ لیا جائے، ورنہ تاریخ کا مسلمان طالب علم ذہنی طور پر شورش اور تضاد بیانی کا شکار ہو جائیگا۔ جب وہ دیکھے گا کہ حاملینِ اسلام کا ہراول دستہ اور سب سے پہلی جماعت جس نے خود شارع علیہ السلام سے بلا واسطہ تلمّذ کیا اور براہِ راست ان کی صحبت سے مستفیض ہوا۔ اس کے بارے میں قرآن و حدیث اور مسلمانوں کے مسلّمہ عقائد تو کچھ بتا رہے ہیں اور تاریخ کچھ۔ تو اب تاریخ کا طالب علم کہاں جائے۔ ؏ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔

قرآن و حدیث کو کھول کے دیکھتا ہے تو صحابہؓ اسے ایک عجیب جماعت اور انوکھا طبقہ نظر آتے ہیں۔ اور ایک ایک صحابی ایمانؒ و عمل، کردار و اخلاق، اخلاص و للہیت، محبت و وارفتگی۔ انسانیت کا وہ پیکر نظر آتے ہیں جن کی نظیر صفحۂ ہستی پر امتوں میں بہت کم دیکھی گئی ہے۔ نفس اور نفسانی خواہشات سے کوسوں دور حدودِ الٰہیہ کے

ؔ انما المومنون الذین امنوا باللّٰہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم۔ الخ (حجرات ۱۵)
اولئک کتب فی قلوبھم الایمان (مجادلہ ۲۲) ولکن اللّٰہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الراشدون۔ (حجرات ۷) یبتغون فضلا من اللّٰہ ورضوانا (فتح ۲۹) فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا (بقرہ) ویؤثرون علی انفسھم ولوکان بھم خصاصۃ۔ ونزعنا ما فی صدورھم من غل — لاتجعل فی قلوبنا غلاً (حشر ۱۰) لاتجد قوماً یؤمنون باللّٰہ والیوم الاخر یوآدون۔ الخ (مجادلہ ۲۲) لایخافون لومۃ لائم۔ والحفظون لحدود اللّٰہ۔ الخ۔

محافظ، اللہ کی مرضی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء پر اپنا سب کچھ تج دینے والے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کوئی پرواہ نہ کرنے والے۔ یہ اوصافِ حمیدہ اس پوری سوسائٹی کے ہر فرد و بشر، اعلیٰ و ادنیٰ افسر و ماتحت میں نظر آتے ہیں۔ لیکن جوں ہی وہ تاریخ[1] کی ورق گردانی شروع کرتا ہے۔ تو اسے اوّل تو اچھے حالات نظر آتے ہیں لیکن جوں جوں آگے بڑھتا ہے اور نبوّت کا دور ختم کر کے خلافت تک پہنچتا ہے، تو اسے اکّا دکّا واقعات اس معیار سے گرے ہوئے ملتے ہیں۔ اور ابھی خلافت کا تیسرا دور بمشکل نصف آخر میں قدم رکھتا ہے۔ کہ اسے دفعتاً تبدیلی نظر آتی ہے۔ اور اسے دکھایا یہ جاتا ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو نبوت کے پروردہ ہیں، صحابی ہیں اور صحابی بھی عام نہیں۔ مقتدر صحابی، صفِ اوّل میں شمار ہونے والے حتیٰ کہ سابقون الاولون، عشرہ مبشرہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر اعتبار سے گہری نسبت رکھنے والے اب دفعتاً بدل گئے۔ خلافت کی کرسی ان کو راس نہیں آئی (نعوذ باللہ) اب جوں جوں وہ آگے بڑھتا ہے۔ توں توں اسے ظلم، تعدّی، اقربا پروری، رشوت، بددیانتی اور مکروہ قسم کی سیاست کے وہ نمونے ملتے ہیں جو آج کے دور کو بھی مات کر گئے۔ طالب علم یہ پڑھ کر سر پیٹ کر رہ جاتا ہے، اس کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں، ہمّت جواب دے جاتی ہے، آنکھیں موند جاتی ہیں۔ اور وہ انتہائی گہری سوچ میں چلا جاتا ہے۔ یا الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ اب ایک نظر وہ قرآن و حدیث کو دیکھتا ہے۔ اور دوسری طرف تاریخ کو، تو اسے زبردست تضاد نظر آتا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ بحیثیت مسلمان وہ قرآن کو جھٹلا نہیں سکتا۔ اور حدیث کا انکار نہیں کر سکتا۔ لے دے کے تاریخ ہی رہ جاتی ہے۔ اور تاریخ کا وہ طالب علم ہے جس میں اس نے بی۔ اے۔ ایم اے کرنا ہے اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری لینی ہے۔ اور ویسے بھی تاریخ ایک مستقل علم ہے۔ خود قرآن نے آکر بنی اسرائیل کی تاریخ کو واضح کیا، اور قصّے کہانیوں اور من گھڑت[2] افسانوں سے نکال کر ایک ابدی حقیقی تاریخ کا رنگ بخشا اور یہ اہلِ کتاب پر قرآن کا بہت بڑا احسان ہے۔ تو قرآن اور اسلام جو دوسروں کی پوزیشن صاف کرنے والا ہے، خود اس کے حاملین اور حاملین اوّلین کا دامن کس طرح داغدار ہو گیا ہے۔ طالب علم آج کے علماء، محدثین، مفکرین اور امت کے صاحب علم و قلم

---

[1] مراد تاریخ کی وہ کتب ہیں جو جرح تعدیل کے بغیر اپنے قائم کردہ مزعومہ کی بناء پر مدوّن کی گئی ہیں۔

[2] وما کفر سلیمان ولکن الشیطین کفروا الخ (بقرہ ۱۰۲)

لا تکونوا کالذین اذوا موسیٰ فبراہ اللہ مما قالوا۔ الخ (احزاب ۶۹)

ماکان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفاً مسلماً۔ (ال عمران ۶۷)

طبقہ سے پوچھتا ہے کہ میری اس الجھن کو دور کرو۔

اس کا آسان حل وہی ہے جو مذکور ہو چکا کہ تاریخ کو نئے سرے سے مدوّن کیا جائے اور خصوصاً ان حصص اور ان ابواب پر کھل کر بحث کی جائے جو آج تک تختۂ مشق بنے ہوئے ہیں۔ اور اس کا طریق کار یہ ہے کہ تاریخی روایات کو نقد و جرح کے ساتھ لیا جائے اور قلم وہ صاحب اٹھائیں جو قرآنِ کریم اور حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر گہری نظر رکھتے ہوں، اور دینی مزاج بھی رکھتے ہوں۔ عقائد کے اونچ نیچ سے بھی واقف ہوں۔ اور اسلام کے خلاف سازشوں سے بھی کماحقہٗ باخبر ہوں، فن ادب میں بھی خاص مہارت رکھتے ہوں۔ اور ظاہر ہے اس کے لئے وقت، فرصت اور کافی دماغ سوزی چاہیئے۔ ورنہ کوئی عام سطح کا آدمی اس تاریخی تحقیقی موضوع پر ان اصولوں سے ہٹ کر قلم اٹھائے گا تو لامحالہ نئے مفاسد، الجھنوں اور امت کے لئے فتنوں کا باعث ہو گا۔ مثال ہمارے سامنے ہے۔

ایک صاحب اپنے تئیں اچھے بھلے مفکر اس الجھن کا حل پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صحابہؓ روایتِ حدیث کی حد تک تو عادل ہیں۔ لیکن اپنی عملی زندگی میں وہ (معاذ اللہ) فاسق و فاجر بھی ہو سکتے ہیں۔ غور فرمائیں یہ بات کس حد تک غلط اور خطرناک ہے۔ اس لئے کہ کسی صحابی کو فاسق و فاجر مان لیا جائے تو آخر روایتِ حدیث کے معاملہ میں اسے فرشتہ تسلیم کرنے کی کیا وجہ ہے۔ جو شخص اپنے ذاتی مفاد کے لئے جھوٹ، فریب، رشوت، خیانت اور غداری کا مرتکب ہو سکتا ہے وہ اپنے مفاد کے لئے جھوٹی حدیث کیوں نہیں گھڑ سکتا۔ دراصل یہ علمی بددیانتی ہے۔ جس کے ذریعہ نوخیز ذہنوں اور نوجوان نسل کو الفاظ کے ہیر پھیر سے صحابہؓ کی عملی زندگی سے بدظن کرنا مقصود ہے اور اسی سے انکارِ حدیث کے فتنے نے جنم لیا ہے۔

آج کے اس دور میں جبکہ دوسری قومیں اپنی مردہ تہذیبوں کو زندہ کرنے کی کوششیں کر رہی ہیں۔ جن کا ماضی تاریک تھا۔ وہ حال کو روشن کرنے کی تگ و دو میں ہیں۔ تاکہ مستقبل تابناک ہو بلکہ بعض طبقات تو فرضی ناموں کو حقیقت بنا کر اپنی حیثیت قابلِ فخر بنانے میں مصروف ہیں۔ اور ہم دینِ کامل و اکمل اور عالمگیر نظامِ حیات کے نام لیوا، اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر تحقیق اور تاریخ کے عنوان سے روشنی کے ان میناروں کو گرانے کی سعئ ناپاک کریں جن سے عرب و عجم میں نور پھیلا۔ جن کے کارنامے زندۂ جاوید ہیں۔ جن کا کردار آج بھی انسانیت کے لئے مشعلِ راہ ہے، فیا للعجب۔

قابلِ داد کارنامہ تف ہے ان استعدادوں اور صلاحیتوں پر اور قلم کی ان جولانیوں پر جن سے اگر ٹپکتی ہے تو سیاہی اور سیاہ بختی ہی۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ان کا رخ منافقین، معاندین اور اسلام کے سازشیوں کیطرف ہوتا اور یا پھر وہ اپنی خداداد صلاحیتوں اور زورِ قلم سے تاریخ کی دبیز تہوں سے صحابہ کرامؓ کے حقیقی کارناموں کو منصۂ شہود پر لاتے جس سے صحابیت کا خوشنما چہرہ (جو اپنوں اور غیروں کی دسیسہ کاریوں میں دب کر رہ گیا تھا۔) آج بھی روزِ

روشن کی طرح چمکدار ہوجاتا تو واقعی یہ ایک کارنامہ تھا جس پہ وہ امت سے داد حاصل کرتے اور خود ان کے لئے بھی یہ صحیفہ نجات ہوتا۔ کرنے کا اگر کوئی کام تھا تو یہ تھا لیکن ع اسے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔
جو کچھ ہوا ہے یہ تاریخ کے طالب علم کے لئے کوئی حل نہیں بلکہ ایک نئی الجھن ہے۔ ذیل میں ہم ان ہی تاریخی ماخذوں سے مذکورہ اصول کے مطابق ان صحابۂ کرام کے حالات بیان کریں گے۔ جن کو اکثر موردِ الزام ٹھہرایا گیا ہے۔ اور خصوصاً خلافت کے باب میں تو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ دینِ اسلام کو کمزور کرنے میں اوّل سے آخر تک یہی قوتِ صحابیت مسلسل کام کرتی رہی ہے۔ عیاذ باللہ۔

"اور یہ بھی واضح کریں گے کہ خلافت کے زوال کا سبب (معاذ اللہ) خود خلفاء نہیں تھے۔ بلکہ زوال کا بڑا سبب (علاوہ اور اسباب کے جو حسب موقعہ ضمناً بیان کئے جائیں گے۔ وہ سازشی اور ان کی سازشیں تھیں جو خود شارع علیہ السلام، صحابیت، احادیث اور پورے دینِ اسلام کے خلاف اٹھائی گئیں، جن سے دین کا اہم حصہ، اسلام کا نظام سیاست (خلافت) بڑی حد تک متاثر ہوا۔ جن میں اہم کردار عبداللہ بن ابی بن سلول ابوعامر راہب خزرجی۔ سلام بن مشکم۔ صبیغ العراقی۔ حکیم بن جبلہ، زید بن قیس، مالک الاشتر، ہرمزان۔ جفینہ، ابولولو فیروز، عبداللہ بن سبا۔ عبدالرحمن ابن ملجم۔ برک بن عبداللہ۔ عمرو بن بکر۔ عمرو بن ہرموز۔ حرقوص ابن زہیر۔ عبداللہ بن واہب راسی وغیرہ کا ہے، جو مختلف اوقات میں مختلف روپ دھار کر صحابیت، احادیث اور خلافت و خلفاء کے خلاف برسرپیکار رہے۔ اور ابتدائی طور یہی لوگ تاریخ اسلامی کا درخشاں چہرہ مسخ کرنے والے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک سازشی کے مفصل حالات ذیل میں بیان کئے جائیں گے۔

رہے وہ صحابہ کرام جن کو موردِ الزام ٹھہرایا گیا ہے، وہ تو دین کے لئے سپر بنے رہے۔ خصوصاً حضرت عثمانؓ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت ولید بن عقبہؓ۔ حضرت سعید بن العاصؓ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ۔ حضرت عبداللہ بن عامرؓ حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ حضرت امیر معاویہؓ حضرت حکم بن العاص، حضرت مروان بن الحکم۔ حضرت علیؓ۔ حضرات حسنینؓ۔ حضرت ابوسفیانؓ۔ حضرت ہندہؓ۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ۔ حضرت زبیرؓ۔ حضرت عمرو بن عاصؓ، وغیرہ حضرات نے تو اپنے تئیں ان سازشوں کا مقابلہ کیا اور خوب کیا اور یہ ان کی سعی مشکور کا نتیجہ ہے کہ دین کامل آج اپنی اصل شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے گو دین کا اہم حصہ اسلام کا نظام سیاسی (خلافت)

کافی حد تک متاثر ہوا۔ اور اتنا کچھ تو ہونا ہی تھا۔ اور شکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ موجود تھے اور دم آخریں تک سپر سینے رہے۔ جانیں ذبح کرائیں، شہید ہوئے، بچے یتیم کرائے۔ عورتیں بیوہ ہوئیں، یہ سب کچھ ہوا لیکن حتی المقدور دین پر آنچ نہ آنے دی۔ ورنہ وہ سازشی تو نہ صرف یہ کہ نظام خلافت کو پھونک دینے کے درپے تھے۔ بلکہ پورے کے پورے دین اور دین کے ہر ہر جزو کو ملیامیٹ کرنے کی زبردست سازش کر چکے تھے۔ اور بسا اوقات بتقاضائے بشریت چند صحابہؓ بھی ان کی انتہائی گہری سازشوں اور مکروہ پروپیگنڈے میں آگئے۔ جیساکہ واقعہ افک[1] میں حضرت مسطحؓ، حضرت حسانؓ، حضرت حمنہؓ بنت جحش، اور ایک دوسرے واقعہ میں حضرت حاطب[2] بلتعہؓ بدری اور حضرت عثمانؓ ذی النورین کے خلاف شورشوں میں حضرت عمار بن یاسرؓ اور عمرو بن الحمق۔ اور ان کی یہ شرکت بھی ارادی نہ تھی بلکہ ان مکاروں کی انتہائی مکاری میں یہ حضرات پھسل گئے۔ ان میں جو واقعات زمانۂ نبوت میں ہوئے، اللہ کریم نے ان کو معاف فرما دیا۔ اور جو بعد کو ہوئے تو صحابہ کا ایمان، للہیت، دین کے لئے بے پناہ قربانیاں۔ اور خصوصاً ان کا شرف صحابیت ان کی بخشش کے لئے کافی ہے۔ ہمارے لئے تو ان سے متعلق شریعت کا ایک ہی حکم ہے۔

تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون۔

والذین جاءو من بعدہم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انک رؤف الرحیم۔ (جاری ہے)

---

[1] ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ فی الدنیا والاخرۃ الخ (النور ۱۴)
ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یوتوا۔ الخ۔

[2] اعملوا ما شئتم انی قد غفرت لکم۔ (الحدیث)

[3] انہ من عمل منکم سوءً بجہالۃ ثم تاب من بعدہ واصلح فانہ غفور الرحیم۔

---

۸ مئی بروز ہفتہ ۷۷ء رات دس بجے کراچی میں حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب العباسی خطیب جامع مسجد غفوری کراچی کا انتقال ہوا موصوف مشہور شیخ طریقت حضرت مولانا عبدالغفور العباسی مرحوم مہاجر مدینہ طیبہ کے بھتیجے تھے اور عالم و فاضل شخص۔ ادارۂ الحق مولانا موصوف کے تمام خاندان کا شریک غم ہے اور مرحوم کے رفع درجات کا متمنی ہے، قارئین سے دعا کی اپیل ہے۔ (الحق)

مولانا خلیل اللہ حقانی ہزاروی
فاضل دارالعلوم حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک

امام المحدثین
محمد ابن اسماعیل بخاریؒ

نام نامی حضرت امام بخاریؒ کا اسم مبارک محمد ابو عبداللہ تھا۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام اسماعیلؒ تھا۔ آپ کے آباء و اجداد ایران کے رہنے والے تھے۔ آپ کے مورث اعلیٰ مغیرۃ تھے۔ انہوں نے امیر بخارا یمان جعفی کے ہاتھوں اسلام قبول کیا تھا۔ اس لئے اس زمانے کے رواج کے مطابق مغیرۃ جعفی کہلائے۔ امام الحدیث امام بخاری کو بھی وراثت میں جعفی کا لقب ملا اور ہمیشہ کے لئے اس لقب سے موسوم ہوتے رہے۔

ولادت اور وفات حضرت امام بخاریؒ ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو بروز جمعہ پیدا ہوئے۔ اور ۱۰ شوال ۲۵۶ھ کو وفات پائی۔ آپ نے حصول علم کے لئے مصر و شام، عراق، کوفہ، بغداد، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، کا بارہا سفر کیا۔ نیشاپور میں عرصہ قیام فرمایا۔ اور وہاں بہت شہرت پائی۔ حضرت امام مسلمؒ نے لکھا ہے کہ امام بخاریؒ جب نیشاپور میں تشریف لے گئے تو آپ کا وہاں شاہانہ اور پرتپاک استقبال کیا گیا، یہ ایسا استقبال تھا جو آئندہ اور گذشتہ بادشاہوں اور سلاطین کو بھی نصیب نہ ہوا ہوگا۔ بعض حاسدوں نے آپ پر ایسی زیادتیاں کیں جن کے باعث آپ کو نیشاپور چھوڑنا پڑا، اور آپ اپنے وطن مالوف یعنی بخارا تشریف لے گئے جب بخاریٰ کے علماء امراء اور عوام الناس نے یہ سنا کہ آپ بخارا تشریف لا رہے ہیں تو انہوں نے شہر سے باہر جاکر آپ کا پرجوش استقبال کیا۔ آپ کو نیا اور قیمتی خلعت پہنایا۔ اور آپ پر دراہم دینار نثار اور نچھاور کئے۔ غرض یہ کہ آپ بڑی شان و شوکت سے شہر میں داخل ہوئے اور اہل بخاریٰ نے آپ کی بے حد تعظیم و تکریم کی حضرت امام بخاریؒ نہایت پرسکون ماحول میں قال اللہ و قال الرسول کی تعلیم دینے میں مصروف تھے، کہ امیر بخاریٰ کا پیغام آیا کہ وہ دربار شاہی میں امیر اور ان کے بیٹوں کو بخاری اور تاریخ کبیر سنائیں، کیونکہ شہزادوں کو تعلیم دینا ضروری ہے۔ حضرت امامؒ نے امیر کو جواب بھیجا کہ جس کسی کو علم حاصل کرنا ہو وہ یہاں میرے درس میں شامل ہوکر اکتساب فیض کر سکتے ہیں۔ وہ دربار اور محل میں جاکر علم کو ذلیل نہیں کرنا چاہتے۔ یہ جواب سن کر امیر بخاریٰ سخت ناراض ہوئے۔ اور حکم دیا کہ آپ بخاریٰ سے چلے جائیں ـــــ حضرت امامؒ جیسا غیور اور

عالم باعمل یہ گوارا ہی نہیں کر سکتا تھا کہ امیر کی منت و سماجت کر کے جلاوطنی کے احکام منسوخ کرائے ، اس لئے آپ سمرقند خرتنگ نامی گاؤں میں چلے گئے ۔ اور آخری وقت تک وہیں مقیم رہے ، آپ کو جلاوطنی کا بہت صدمہ تھا ایک رات نماز تہجد کے بعد آپ نے خدائے بزرگ و برتر سے التجا کی یا اللہ اپنی تمام وسعتوں کے باوجود تیری زمین میرے لئے تنگ ہوگئی ہے ، لہذا آپ مجھے اٹھالیں۔ اس دعا کے ایک ماہ کے اندر آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ۔

آپ کی وفات پر اہل سمرقند نے انتہائی رنج و ملال کا اظہار کیا ۔ نماز جنازہ کے بعد جب آپ کے چہرۂ مبارک سے کفن اٹھایا گیا تو مشک و عنبر کی شمیم جانفزا سے حاضرین کے دماغ معطر ہوگئے ۔ آپ کی قبر سے مدت تک خوشبو آتی رہی ۔ آپ کی وفات کے بعد کسی اہل اللہ نے کشفی رنگ میں دیکھا کہ حضور نبی کریمؐ صحابہ کرامؓ کیساتھ کسی کا انتظار فرما رہے ہیں ، اس بزرگ نے سوال کیا حضورؐ کس کا انتظار فرما رہے ہو ۔ آپؐ نے فرمایا : محمد بن اسماعیل بخاریؒ کا اللہ اللہ یہ مقام اور مرتبہ ۔

صحاح ستہ | عالم اسلام میں حدیث کی چھ کتابوں کو صحیح مانا جاتا ہے ، اور اصطلاح محدثین میں اُسے صحاح ستہ کہا جاتا ہے ۔ یہ کتابیں علم اور فن حدیث میں اولیت کا درجہ رکھتی ہیں ۔ ان کے نام یہ ہیں : ۱۔ بخاری ۲۔ مسلم ۳۔ ترمذی ۔ ۴۔ ابوداؤد ۵۔ نسائی ۶۔ ابن ماجہ ۔

صحیح کا مفہوم | صحاح صحیح کی جمع ہے ، اور ستہ چھ کو کہتے ہیں ۔ ان کتابوں میں سے بخاری شریف کو ہر لحاظ سے اولیت اور فوقیت حاصل ہے ۔ اور اجماع امت کا یہی فیصلہ ہے کہ کتب احادیث نبویؐ میں بخاری پہلے نمبر پہ ہے ۔ اہل علم میں سے بعض اصحاب بخاری شریف کو افضل و اعلیٰ مانتے ہوئے بھی صحیح مسلم کو زیادہ پسند کرتے ہیں ، اس کی وجوہ محض علمی تحقیقات ہیں ۔ اور بعض اہل علم نے اعتدال اختیار کر کے فیصلہ سنایا ہے ۔ ؎

تنازع القوم فی بخاری ومسلم فقالوا ای ھذین مقدم

فقلت لقد فاق البخاری صحۃً کما فاق فی حسن الصناعۃ مسلم

پروفیسر عبدالحمید صدیقی نے صحیح مسلم کے بعض حصوں کا ترجمہ انگریزی میں کیا ہے ۔ انہوں نے صحیح بخاری کی افضلیت کا اقرار کرتے ہوئے اس بات کا اظہار کیا ہے ۔ کہ انہوں نے صحیح مسلم کا انگریزی میں ترجمہ صرف اس خیال کے پیش نظر کیا ہے ۔ کہ بخاری شریف میں فقہ کے مسائل کو زیادہ واضح اور یکجا کرنے کے لئے امام بخاریؒ نے حدیث نبویؐ کے مختلف حصوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے مختلف عنوانات (ترجمۃ الباب) کے تحت بیان فرمایا ہے ۔ لیکن امام مسلمؒ نے ایک حدیث پوری کی پوری بیان کی ہے ، اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے بیان نہیں کیا ۔ یہ طریق کار چونکہ مبتدیان حدیث اور کم علم رکھنے والے اصحاب کے لئے چونکہ بہت مفید ہے ، لہذا پروفیسر صاحب نے صحیح مسلم کا

انگریزی میں ترجمہ کرنا زیادہ بہتر سمجھا ہے۔ اور اس سے حسن سیاقِ مسلم بیان ہوگیا۔

طریق انتخاب وتسوید احادیث | حضرت امام بخاریؒ نے سولہ سال کی مدت میں بخاری شریف کو کتابی صورت میں مکمل کیا تھا۔ حضرت امامؒ نے سب سے پہلے صحیح بخاری کا مسودہ بیت اللہ میں بیٹھ کر منضبط کیا۔ آپ سب سے پہلے ضروری عنوان لکھ لیتے تھے اور پھر اس عنوان کی مناسبت سے اس کے تحت احادیث درج فرماتے ہر حدیث کے اندراج سے پہلے آبِ زمزم سے غسل فرماتے، پھر مقام ابراہیمؑ میں دو رکعات نفل استخارہ ادا فرماتے اس کے بعد متعلقہ حدیث لکھتے جب مسودہ اس طرح مکمل ہوگیا۔ تو آپ نے روضۂ مقدس و منبر مبارک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بیٹھ کر مسودہ کو دوبارہ لکھا۔ غرض یہ کہ اتنی احتیاط اور اس انداز سے کام کرنے کے سولہ سال بعد بخاری شریف مکمل ہوئی (الحمد للہ)

صحیح بخاری کا پورا نام یہ ہے: الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللہ وسننہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

الجامع | کتب احادیث کی مختلف اقسام ہیں، جیسے مسند، مستخرج، مستدرک وغیرہ۔ فن احادیث کی اصطلاح میں جامع اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں مندرجہ ذیل آٹھ باتیں پائی جائیں۔ ۱۔ سیر پر مشتمل روایات۔ ۲۔ آداب پر مشتمل روایات۔ ۳۔ تفسیر سے متعلق روایات۔ ۴۔ عقائد جن میں ایمان کے اصول بیان ہوئے ہوں وہ روایات۔ ۵۔ وہ روایات جن میں فتنوں اور آزمائشوں کا ذکر ہو۔ ۶۔ احکام یعنی اوامر نواہی کی روایات۔ ۷۔ مناقب یعنی وہ روایات جن میں افراد قبائل قریہ جات کا ذکر ہو۔ ۸۔ وہ روایات جن میں قیامت کا ذکر ہوگیا ہو۔

حضرت امام کا مرتبہ ومقام۔ | جملہ حدیثوں سے پہلی حدیث جو اپنی کتاب میں درج فرمائی ہے، انما الاعمال بالنیات۔ ہے۔ حضرت امام بخاریؒ کا اس حدیث سے آغاز کرکے یہ ظاہر کرانا مقصود ہے، کہ خلوصِ نیت اور محض اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے ہر کام ہونا چاہئے ـــــ اب صحیح بخاری کی ضوفشانی سے دنیا جگمگا اٹھی ہے۔ اور اس کے انوار سے شرق وغرب یمین ویسار مستنیر ہوگئے۔ یہ سب امام صاحب کے خلوصِ نیت کا نتیجہ تھا کہ ان کی تصنیف کو عالمِ اسلام میں اتنا عظیم مقام ملا۔ اور جنہیں شیخ الاسلام، شیخ الحدیث، رئیس المحدثین بدر عالم جیسے عظیم الشان القابات سے نوازا گیا۔ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری مرتب فرما کر ملتِ اسلامیہ پر بڑا احسان کیا ہے۔ آپ نے کھرے کھوٹے کو الگ کرکے احادیث رسولؐ کو عظیم سازش سے بچالیا

بخاری شریف میں کل ساتھ ہزار احادیث ہیں جو کہ سات لاکھ احادیث سے منتخب کی گئی ہیں ـــــ امام بخاریؒ کے آخری ذہین شاگرد کا نام فربری تھا۔ اس نے اسے مرتب کیا اس لئے یہ نسخہ فربری کہلاتا ہے۔

ہمارے اسلاف

حافظ محمد اکبر شاہ بخاری تحصیل جام پور

مخدوم الامّت حضرۃ مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ

محذوم الامت حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ کی جامع شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، کون ہوگا جو اس یگانۂ روزگار ہستی اور ان کے فیوض و برکات سے واقف نہ ہو۔ وہ اس تاریک دور میں علم و عمل، اخلاق، ہمت، حسنِ صورت، حسنِ سیرت اور علم ظاہری و باطنی کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ رشد و ہدایت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، آخر وقت تک وعظ و تبلیغ اور درس و تدریس کے ذریعے حقیقت و معرفت کی شمعیں جلاتے رہے اور راہِ طریقت و سلوک کے ذریعہ خلق اللہ کے تزکیۂ نفس اور باطنی اصلاح میں مصروف تھے، سینکڑوں علماء اور ہزار ہا افراد آپ کے فیوضِ علمی و عملی سے سیراب ہوئے۔ اتباعِ سنت اور عظمتِ سلف کا خاص شغف تھا۔ حضرت حکیم الامّت مجدد ملّت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفۂ اعظم اور صحیح معنوں میں عملی و علمی جانشین تھے۔ حضرت حکیم الامت سے حد درجہ عشق تھا، فنا فی الشیخ تھے، چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

"حضرت حکیم الامت کی کتابوں کے سوا کسی اور کتاب کو دیکھنے کی جرأت بھی نہیں رکھتا۔ (بزمِ اشرف کے چراغ)

اپنی وصیّت میں آپ نے اپنی اولاد کو نصیحت فرمائی کہ بہشتی زیور، جزا الاعمال، تعلیم الدین، مواعظ و ملفوظات، حضرت تھانویؒ مطالعہ میں رکھنا۔ (بزمِ اشرف کے چراغ ص۱۴۷)

اسی طرح حضرت مفتی صاحب کے متعلق حضرت حکیم الامت کا ارشاد ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے فرمایا کہ حضرت تھانوی فرماتے تھے کہ مجھے دنیا سے جانے کا کوئی فکر و خیال نہیں جبکہ میرے بعد یہ دو موجود ہیں۔ احقر نے عرض کیا کہ وہ کون ہیں۔؟ فرمایا کہ "ایک تو مفتی محمد حسن ہیں" (بزمِ اشرف کے چراغ ص۱۴۹)

آپ ضلع کیمبل پور کے ایک موضع مل پور میں ایک نیک اور علمی خاندان میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد کا نام مولانا اللہ داد تھا۔ آپ بچپن ہی سے بڑے عاقل و متین تھے۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا نور احمد امرتسری، مولانا مفتی غلام مصطفیٰ قاسمیؒ اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ چنانچہ بعد فراغ درسیات آپ امرتسر ہی میں درس و تدریس میں مشغول ہوگئے، کم و بیش چالیس برس آپ نے خدمتِ تدریس انجام دی۔ آپ کے درس میں بے حد تاثیر تھی بڑے بڑے علماء اور مشاہیرِ وقت آپ کے حلقۂ درس میں شامل ہوتے تھے۔ ایک

مرتبہ مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم نے امرتسر میں حضرت مفتی صاحب کے درس میں شرکت کی اس درس میں شرکت کے بعد اپنے تاثرات کو حضرت مفتی اعظم مدظلہ نے یوں بیان فرمایا ؎

یہ اعجوبہ بہ فیض و فضل مولانا حسن دیکھا
کہ امرتسر ہم نے آج اک تھانہ بھون دیکھا
دیا وہ درس قرآنی کہ آنکھیں کھول دیں جس نے
معارف ہائے قرآنی کا دریا موجزن دیکھا (احسن السوانح)

امرتسر میں آپ نے ایک دینی مدرسہ بھی قائم کیا تھا، اس مدرسے نے تقریباً ۴ سال خدمت سرانجام دی۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور میں نیلا گنبد کے علاقہ میں جامعہ اشرفیہ کے نام سے ۸ ذی قعدہ ۱۳۶۶ھ کو اس مدرسہ کی نشاطِ ثانیہ کا آغاز ہوا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند کو یہ شرف عطا کیا تھا کہ اس کا سنگِ بنیاد جو مقدسین نے مل کر رکھا تھا اسی طرح حق تعالیٰ نے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی کے نام اور حضرت مفتی صاحب کے خلوص برکت سے اس جامعہ کے سنگِ بنیاد رکھتے وقت اہل اللہ کو جمع فرما دیا۔ اس وقت جو حضرات موجود تھے ان میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، مولانا جلیل احمد شروانیؒ، مولانا شاہ مسیح اللہ خانؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا رسول خانؒ، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی شامل تھے۔ (احسن السوانح)

جب مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کو کراچی مدعو کیا گیا تاکہ ایک ایسا دستورِ مملکت تیار کیا جاسکے جس پر علماء کا ہر فرقہ متفق ہو اور تین چار روز کے اندر اندر یہ دستور مکمل ہو جائے، اور خواجہ ناظم الدین صاحب وزیرِ اعظم نے بھی تبادلۂ خیال کرنا چاہا تو اس وقت ملک کے جید علماء میں سے جنہوں نے اس اجلاس میں شرکت کی ان میں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا عبدالحق صاحب (اکوڑہ خٹک) مولانا شمس الحق افغانی، مولانا بدرِ عالم میرٹھی، مولانا محمد یوسف بنوری۔ مولانا حبیب اللہ جالندھری اور حضرت مفتی محمد حسن امرتسری نمایاں تھے۔ (ماخوذ احسن السوانح)

بہرحال حضرت مفتی محمد حسن قدس سرہٗ کی ذاتِ اقدس جامع شریعت و طریقت تھی۔ آپ صبر و رضا کے پیکر تھے۔ حق گوئی آپ کا شیوہ تھا، صدق و صفا، رحمدلی، مہمان نوازی، غرباء پروری، اور خلوص و محبت، نیز ایک مردِ مومن کی تمام صفات آپ میں موجود تھیں۔ حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی نے خوب فرمایا ہے ؎

اک علم کا عالم تھا، اک روح کی تھی دنیا
دونوں کی نفاست تھی اور مفتیٔ دیں تنہا

آپ کے ہم عصر علماء نے آپکو جس طرح خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ اُن میں سے چند حضرات کے مختصر تاثرات پیش کئے جاتے ہیں تاکہ آپکی عظیم شخصیت کا اندازہ بخوبی ہو سکے۔

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ؒ فرماتے ہیں: آہ! علم و عرفان کا آفتاب تھا جو غروب ہو گیا۔

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ: حضرت مفتی صاحب حکیم الامت کے جانشین تھے۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ؒ: مفتی صاحب کی وفات تمام عالمِ اسلام کے لئے عظیم حادثہ ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب: مفتی صاحب سے تھانہ بھون کی یاد تازہ تھی۔

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب: مفتی صاحب دین کے عظیم ستون تھے۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب۔ اکوڑہ خٹک: مفتی صاحب ولی اللہ تھے۔

ادبیات

دیوبند کے خطۂ صالحین میں

حضرت احسان دانش

بند کے اُس قبرستان میں جہاں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند محمود حسنؒ، مفتی عزیز الرحمنؒ، مولانا اعزاز علیؒ، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ اسرارہم کے مزارات ہیں۔

اللہ اللہ اس زمیں کی کس قدر توقیر ہے
صرف رُوحوں کے لئے گنجائشِ تقریر ہے

میں تمہیں زندہ سمجھتا ہوں بایں وصفِ حیات
ہیں ادھر کے کار ناممکن اُدھر کے ممکنات

رُوح سے آگے بدن پرواز کر سکتا نہیں
وقت کی تقلید میں انسان مر سکتا نہیں

وقت کی گردش کو کچھ پیچھے ہٹانا ہے مجھے
قوم سے ماضی کو مستقبل بنانا ہے مجھے

گرچہ میرے شعر کی ہندوستاں بھر میں ہے دھوم
نطق سے محروم ہیں ناگفتہ خیالوں کے ہجوم

ہے دعاؤں کا ابھی محتاج میرا ہر عمل
میرے منصوبوں کے پودے ہیں ابھی پھول و پھل

فکر ہے میرا فقط میری بلندی تک رسا
حد سے باہر ہے تصوّر کے پرے کا راستہ

بخش دی ناکارگی اس عالمِ اسباب نے
میری شیرینی میں تلخی جھونک دی احباب نے

ورنہ میں اور اس قدر دیوانۂ رنگ و نمو
میرے سر پر بولتا ہے میری قسموں کا لہو

میری امیدوں کے رستے الحفیظ والاماں
کچھ کمیلوں کے لہو ہیں کچھ چتاؤں کا دھواں

مولوی بزدل ہے صوفی کیفِ قوالی میں مست
شاعروں کا ظرف ناقص شعر کا معیار پست

لیڈری گمراہ، مذہب ناتواں، حکمت علیل
جابجا ٹوٹی ہوئی ناموس ہستی کی فصیل

گرچہ بے حد مارنے مرنے کی عادت ہے مجھے
پھر بھی رُوحانی توجہ کی ضرورت ہے مجھے

عزم مستحکم جلال خود نگر درکار ہے
اک دل آگاہ اک بالغ نظر درکار ہے

اپنی حشر انگیز آوازیں عطا کر دو مجھے
اپنے بازو، اپنی پروازیں عطا کر دو مجھے

تم سے ورثہ چاہتا ہوں سیرت و کردار کا
صرف میں حقدار ہوں اس دولتِ بیدار کا

اپنے ہاتھوں سے بساطِ غم الٹنی ہے مجھے
سر پھرے سنسار کی کایا پلٹنی ہے مجھے

مولانا قاری فیوض الرحمان صاحب ایم۔اے

علمائے سرحد کی تصنیفی و علمی خدمات

۱۸۵۷ء تا حال

قسط ۳

سوا سو سالہ علمی تاریخ

مولانا حیدر زمان صدیقی ہزاروی
۱۹۰۷ — ۱۹۵۲ء

آپ ۲۲ جنوری ۱۹۰۷ء کو احمد دین صدیقی کے گھر "بربھان" متصل ریحانہ، ہری پور ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی۔ دورۂ حدیث ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۰ء کو مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے پڑھ کر سند حاصل کی۔ ۱۹۴۰ء میں مسجد قاضیاں پٹھان کوٹ میں خطیب مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں ہری پور میں مطب کیا اور ۲۲ جنوری ۱۹۵۲ء کو ہری پور میں وصال ہوا۔

تصانیف:- ۱۔ اسلامی نظریۂ اجتماع — مطبوعہ نفیس اکیڈمی حیدر آباد دکن ۱۹۴۷ء، صفحات ۲۴۴۔

۲۔ اسلامی نظریۂ سیاست — پہلی بار پٹنہ سے "مکتبہ دین و دانش" نے شائع کرائی اور دوسری مرتبہ شیخ غلام علی لاہور نے شائع کی۔

۳۔ اسلام کا معاشیاتی نظام — مطبوعہ ۱۹۴۹ء شیخ غلام علی لاہور نے شائع کی۔

۴۔ اسلام کا نظریہ جہاد — بار اوّل ۱۹۴۹ء، صفحات ۱۹۲۔

۵۔ تعمیری انقلاب اور قرآنی اصول حکمت — بار اوّل ۱۹۵۰ء صفحات ۲۲۴۔ لاہور

۶۔ جہاد استقلال ملی — یہ رسالہ تحریک پاکستان کے دوران شائع ہوا تھا

مولانا قاضی میر احمد ہزاروی
۱۸۷۳ — ۱۹۳۶ء

آپ کے تعارف میں لکھا گیا ہے کہ قاضی صاحب صوبہ سرحد میں اردو زبان کے پہلے مؤرخ ہیں آپ ۱۸۷۳ء میں بمقام ایبٹ آباد پیدا ہوئے ہوئے۔ اور ۱۹۳۶ء میں وفات پائی۔ ابتدائی تعلیم کے بعد دیوبند چلے گئے جہاں فقہ، حدیث اور تفسیر کی تکمیل کی۔ واپسی پر مدرس مقرر ہوئے اور مالاکنڈ ایجنسی میں تبادلہ ہوگیا جہاں آخری عمر تک قیام رہا۔ علم و ادب سے فطری

شغف تھا، کئی ایک اُردو فارسی کتابیں یادگار چھوڑیں۔ تاریخ کی طرف طبعی میلان تھا۔ تاریخ صوبہ سرحد دو ضخیم جلدوں میں لکھ کر ۱۹۱۱ء میں طبع کرائی۔ طرزِ تحریر قدیم ہے۔ جس میں الجھاؤ یا گنجلک پن نہیں پایا جاتا۔ [1]

مولانا فیض اللہ قریشی ہزاروی [2] آپ کی تاریخ ولادت اور وفات کا علم نہیں ہو سکا۔ آپ تربیلہ ہزارہ کے ایک قصبہ لمغانیان سے تعلق رکھتے تھے۔ سکونت کنڈی ابراہیم خانی میں تھی۔ آپ علوم معقول اور منقول کے علاوہ عربی ادب میں درجۂ فضیلت رکھتے تھے۔

آپ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں حضرۃ سید محمد امیر نقشبندی عرف حضرت جی صاحب کوٹھ کے مریدین میں سے تھے اور آپ نے بھی دوسرے مریدین کی طرح اپنے پیرِ طریقت کی مدح میں بزبان عربی، فارسی اور پشتو مدحیہ قصائد لکھے ہیں۔ آپ اپنے پیرِ طریقت کے سفرِ سوات ۱۲۷۲ھ میں ان کے ساتھ تھے۔ حضرۃ جی صاحب کوٹھ کے ایک دوسرے فاضل مرید مولانا صفی اللہ نے اپنی تالیف نظم الدرر فی سلک السیر میں کئی جگہ آپ کے حق میں تعریف و توصیف کے شاندار الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ جس سے آپ کے علمی و روحانی مقام کا پتہ چلتا ہے۔

تصانیف :- ۱۔ اقامۃ الجمعۃ وفرضیۃ الجمعۃ (عربی، فارسی) ۲۔ اشارۃ بالسبابۃ۔
۳۔ گنج سعادت — ایک طویل پشتو مثنوی کی کتاب ہے جو اپنے پیرِ طریقت کے مناقب و محامد کے موضوع پر ۱۲۶۹ھ میں لکھی گئی۔ یہ سب غیر مطبوعہ ہیں۔

طرزِ تحریر :- "اقامۃ الجمعۃ" کے دیباچہ کا ایک اقتباس ذیل میں نقل کیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا طرزِ تحریر علمی ہے اور آپ کو عربی انشاء پردازی پر پورا عبور حاصل تھا۔ آپ کی عبارت مسجع اور مرصع ہے۔ لکھتے ہیں :

الحمد للہ الذی یسبّح لہ الرمال ویسجد لہ الظلال ویندکّ من ہیبتہ الجبال خلق الانسان من طین الأزب والصلصال وزیّن صورتہ باحسن تقویم واتمّ اعتدال، وعصم قلبہ بنور الہدایۃ عن ورطات الضلال، وأذن لہ فی قرع باب الخدمۃ بالغدوّ والآصال ثم کحل بصر المخلص فی خدمتہ بنور لایزال حتی لاحظ بیضاءۃ حضرۃ الجلال، فلاح لہ من البہجۃ والکمال، ما استنفع ودون مبادی اشراقہ کل حسن وجمال والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء وعلی آلہ

---

[1] فارغ بخاری : ادبیاتِ سرحد : صفحہ ۶۵ (عنوان : تاریخ)
[2] آپ کے سوانحی تذکرہ کا مواد مولانا عبدالحلیم اثر افغانی صاحب سے لیا گیا ہے۔

خیرالہ ۔ امابعد فأن الجمعة فریضة قائمة الی یوم القیمة بالکتاب یاایھاالذین امنوااذانودی للصلوٰة من یوم الجمعة ۔

مولانا سید انوار الحق کاکاخیل ۱۹۲۰ ـــ ۱۹۶۸ء | آپ ۱۹۲۰ء کو زیارت کاکاخیل تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور میں پیدا ہوئے ۔ ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی، تکمیل دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے کی ۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی معیت میں ڈابھیل میں تدریس کرتے رہے ۔ پھر کچھ عرصہ اسلامیہ کالجیٹ پشاور میں تدریس کی، زاں بعد بطور لیکچرار اسلامیات آپ کا تقرر ہوا، اور ایک عرصہ تک تدریس کرنے کے بعد دورانِ ملازمت دسمبر ۱۹۶۸ء کو پشاور میں انتقال ہوا ۔

تصانیف :۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے عرصۂ تدریس میں تصنیف کا آغاز کیا جو آخر تک جاری رہا، آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں :

۱۔ انوارالقرآن ـــ تفسیر در زبان پشتو (دو ترجموں والی) [۱]
۲۔ انوارالنظر علی شرح نخبۃ الفکر ـــ ۳۔ انوارالعلوم شرح سلم العلوم اُردو ۔
۴۔ ردّ بدعات ، صفحات ۱۹۲ ، مطبوعہ پشاور ۱۳۶۶ھ ۔
۵۔ چہل حدیث مع ترجمہ وتشریح ۔ ۶۔ اسلامیات برائے بی۔اے (آپشنل)
۷۔ اسلامیات برائے انٹر ۔ ۸۔ انوارالاسلام (مڈل جماعتوں کیلئے)
۹۔ انمول موتی ۔ (چہل حدیث کا مجموعہ)

ان کے علاوہ چند رسائل ـــ گفتۂ نیکاںؒ ، ہمارے پیارےؐ رسولؐ ، رفقائے محسنِ اعظمؐ ، نماز کی صورتیں ، امتّ کی مائیں ، حج وزکوٰۃ اور ان کے مسئلے ۔ اسلامی عقیدے اور افتتاحِ تعلیماتِ قرآن یادگار چھوڑے ـــ آپ زبانِ پشتو کے ادباء میں سے تھے ۔[۲]

اولاد میں آپ کے چار فرزند افتخار علی شاہ ، وقار علی شاہ ، نجم الحسن اور ذوالفقار علی شاہ ہیں ۔

مولانا عبدالغنی قریشی کوہاٹی ۱۸۸۴ ـــ ۱۹۷۰ء | آپ ۱۸۸۴ء کو "ٹیری" ضلع کوہاٹ میں مولانا الحاج محمد یٰسین بن حبیب احمد قریشی کے گھر پیدا ہوئے ۔ ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی ، تکمیل دارالعلوم دیوبند میں کی ۔ ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء کو شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند

---

[۱] مولانا فدا محمد ایم۔اے : مفہوم القرآن ، پشاور یونیورسٹی بک ایجنسی ص۲

[۲] محمد مدنی عباسی ، پشتو زبان اور ادب کی تاریخ ، لاہور ، مرکزی اُردو بورڈ ۱۹۶۹ء ، بار اوّل ص۱۱۱

حاصل کی۔ فراغت کے بعد واپس وطن آئے اور "تعلیم القرآن" کوہاٹ میں تدریس کا آغاز کیا۔ ۱۹۵۷ء میں حج کی سعادت ملی۔ آخری سال تدریس حدیث میں گزرے۔ ۷ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ شب جمعہ/۱۳ جنوری ۱۹۷۰ء کو وصال ہوا اور آبائی گاؤں کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔

تصانیف :- تصانیف میں ۱- تبعید اهل الایمان من ضرب الطبل ومزامیر الشیطان مطبوعہ ۲- مقدمہ ، ۳- القضاء عرفی فی سیام۔ ۴- التوسل باهل بدر الکرام (قلمی)
پہلی کتاب کے علاوہ باقی سب قلمی ہیں، جو آپ کے فرزند احسان اللہ صاحب ڈویژنل اکاؤنٹنٹ محکمہ زراعت کوہاٹ کے پاس محفوظ ہیں۔

مولانا مفتاح الدین محدث سواتی
۱۳۰۲ — ۱۳۶۲ھ / ۱۸۸۵ — ۱۹۴۳ء

آپ "قلعہ گئی" سوات میں خوش الدین بن فضل الدین کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علاقہ میں حاصل کی۔ ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء کو امام العصر مولانا انور شاہ کشمیریؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد کئی مدارس میں تدریس کی۔ آخر میں "جورہ" (سوات) میں اٹھارہ سال تک دیگر کتب کے علاوہ کتب حدیث کی تدریس کرتے رہے۔ آپ سوات کے قاضی بھی تھے۔ مگر کم مقدمات لیتے تھے تاکہ تدریس میں فرق نہ آئے۔

تصانیف :- ۱- اصلاح الرسوم ــــ مطبوعہ بزبان پشتو، ردّ بدعات کا ایک شاہکار ہے۔
۲- جمال القرآن ــــ مولانا اشرف علی تھانویؒ کی اس کتاب تجوید و قراءت کا پشتو میں ترجمہ کیا جو قلمی ہے۔
۳- تحقیق حرف ضاد۔ (قلمی)

وصال :- ۲۲ محرم ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء بروز جمعۃ المبارک بوقت عصر "جورہ" سوات میں وصال ہوا، اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔

مولانا قاضی غلام نبی ہزاروی
۱۸۷۵ ــــ ۱۹۳۱ء

آپ "دیشان" حال تحصیل بٹگرام ضلع ہزارہ میں شاکر اللہ سواتی کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی، تکمیل ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں کی، دورۂ حدیث شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے پڑھا۔ فراغت کے بعد گلاوٹی میں کافی عرصہ تک تدریس کرتے رہے، بعد میں خوانین گیدڑپور (مانسہرہ، ہزارہ) کے اصرار پر ان کے قاضی ہو کر آئے تدریس کا سلسلہ زندگی کی آخری گھڑیوں تک رہا۔ ۱۸ جنوری ۱۹۳۱ء کو آپ کا گیدڑپور میں انتقال ہوا اور وہیں دفن کئے گئے۔

تصانیف : قیام گلاوٹی کے دوران آپ نے "حمد اللہ" کا حاشیہ "رفع الاشتباہ" لکھا جو اسی دوران طبع ہو گیا تھا۔ اسی طرح قصیدہ "بردہ" اور "غلام یحییٰ" کی شرحیں بھی لکھیں مگر موخر الذکر دونوں کتابوں کے بارے

میں یہ علم نہیں ہوسکا کہ مطبوعہ ہیں یا غیر مطبوعہ۔

مولانا فضل الرحمٰن ہزاروی ۱۸۵۰ — ۱۹۵۹ء | آپ ۱۸۵۰ء کے لگ بھگ شیر محمد خان کے گھر "سلیم کھنڈ" تھانہ غازی ہری پور ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ قومیت کے لحاظ سے پٹھان تھے۔ ابتدائی تعلیم ہزارہ کے علماء سے حاصل کی، تکمیل کوٹھہ (مردان) کے جناب عیسیٰ باباجی سے کی۔ آپ مسلکاً اہل حدیث تھے۔

فراغت و تکمیل کے بعد "جیب گل" "مینئی" صوابی ضلع مردان کی مسجد میں ۱۵ سال امامت کی، پھر واپس وطن آئے اور قریبی گاؤں "چریاں" سے نور احمد کی دختر فاطمہ سے نکاح ہوا، دس سال "چریاں" میں گذارنے کے بعد جامع مسجد تیلیاں، ہری پور ہزارہ میں امام وخطیب مقرر ہوئے، ۱۹۵۹ء کو نصف صدی تک تبلیغی و تصنیفی خدمات انجام دیکر ۱۰۹ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

تصانیف: ۱۔ تفسیر فضل الرحمٰن پارہ اوّل صفحات ۴۴۳ بڑا سائز۔ مطبوعہ

۲۔ تفسیر فضل الرحمٰن پارہ دوم صفحات ۲۷۵ 〃 〃

۳۔ 〃 〃 پارہ سوم 〃 ۲۷۴ 〃 〃

۴ 〃 〃 پارہ چہارم وپنجم (غیر مطبوعہ ورثاء کے پاس ہے۔)

۵۔ احوال العمر والخاتم والقبر۔ صفحات ۲۱۔

۶۔ ولہ الکبریاء ورسالہ احکام زیارۃ القبور۔ صفحات ۵۶۔

۷۔ رسالہ د. درشریف۔

۸۔ رسالہ فی علم التہلیل وفضائلہا۔ [1]

۹۔ رسالہ فتح البیان فی احکام القیام والرمضان۔ [2]

مولانا محمد ایوب محدث پشاوری ۱۲۵۰۔ ۱۳۳۵ھ/ ۱۸۲۵۔ ۱۹۱۷ء | آپ "زخی چار باغ" ضلع پشاور میں مولوی لطیف اللہ صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ قومیت کے لحاظ سے "بے سود" قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم علاقہ کے علماء سے حاصل کی، تکمیل مولانا عبدالحکیم صاحب ڈاگئی، یار حسین ضلع مردان سے کی۔ فراغت کے بعد حج کی سعادت ملی، وہاں شیخ عباس بن جعفر بن الصدیق الحنفی المدرس الخطیب بالمسجد الحرام سے بھی اجازہ حدیث حاصل ہوئی۔ حج سے واپسی کے بعد "جہان" پشاور شہر میں تدریس کا آغاز کیا اور ۴۳ سال

---

[1] فضائلہا۔ مونث ضمیر کا لانا از روئے قانون درست نہیں۔

[2] الرمضان۔ میں ال کا استعمال بھی از روئے لغت درست نہیں۔

تک تدریس کرتے رہے۔

آپ کا اور آپ کی تصانیف کا تعارف یوں کرایا گیا ہے:

"مولانا ایوب البشاوری! الشیخ العالم الفقیہ ایوب بن لطیف اللہ الحنفی البشاوری أحد کبار العلماء، لہ مصنفات بالعربیۃ منھا " تحریر الفوائد فی تقسیم العقائد، والعقود الدریہ فی الرد علی الوجودیۃ۔ واسفار المسئلۃ فی اسرار البسملۃ و تعلیم الغبی فی امامۃ الصبی، وبذل الھمۃ فی نفع المیت وضیاء النبراس فی حکم شعر الرأس، ورحمۃ الأحد فی سنۃ اللحد " والدرۃ المصنیۃ فی ضیافۃ التعزیۃ، والدر المسوف فی حکم النفع بالمرھون، وتبیین المسئلۃ فی تحسین المشورۃ ومصباح الضیاء فی حقیقۃ الربو، والدر النضید فی مصلی العید، وتحقیق الاجابۃ فی الدعوات المستجابۃ، ومختصر الکلام فی سد ذرائع الحرام، وعمدۃ النصر فی تاخیر العصر" [1]

ان کے علاوہ شرح نخبۃ الفکر، شرح تہذیب، رسالہ ہدایۃ المسلمین لزیارۃ سید المرسلین مواہب المنان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان، در الحکمۃ فی ظہر الجمعہ، ملیقۃ النصیحۃ فی الخلۃ والعزلۃ، عیون الادلۃ لرویۃ آلالہۃ، حلیۃ الاولیاء وحلوۃ الاصفیاء وغیرہ

مولانا حافظ محمد ادریس طوروی ۱۹۱۵ ــــــ ۱۹۶۵ء	آپ حافظ احمد شاہ صاحب کے گھر "طورو" ضلع مردان میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید اپنے والد صاحب سے حفظ کیا، درس نظامی کی کتابیں

اپنے نانا مولانا محمد اسماعیل سے پڑھیں۔ تکمیل جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں کی۔ ۱۹۳۴ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان امتیاز سے پاس کر کے تین سو روپے نقد اور تمغہ حاصل کیا۔ ۱۹۳۵ء میں منشی فاضل اور ۱۹۴۰ء میں ادیب فاضل کے امتحانات پاس کئے۔ ۱۹۳۹ء میں ایم اے او کالج امرتسر میں دینیات اور عربی کے لیکچرار مقرر ہوئے۔ ۴۳-۱۹۴۲ء میں اسلامیہ کالج پشاور میں اردو اور اسلامیہ کالجیٹ میں پشتو کی تدریس کی ۱۹۴۰ء میں میٹرک، ۱۹۴۲ء میں انٹر، ۱۹۴۴ء میں بی۔ اے اور ۱۹۴۶ء میں ایم۔ اے فارسی اور ۱۹۴۷ء میں ایم اے (عربی) کے امتحانات پاس کئے۔ ایم۔ اے عربی میں تمغہ حاصل کیا۔ پنجاب یونیورسٹی کے وظیفہ پر بہاولپور کالج میں ریسرچ سکالر مقرر ہوئے ۱۹۴۷ء میں محکمہ اطلاعات صوبہ سرحد میں ملازم ہوئے، ۱۹۵۲ء میں محکمہ اطلاعات سے محکمہ تعلیم میں آگئے، پہلے گورنمنٹ

---

[1] علامہ حکیم عبدالحی لکھنوی: نزہۃ الخواطر ج ۸ حیدر آباد دکن ۱۹۷۰ء/۱۳۹۰ھ ص ۵۸

کالج مردان پھر ایبٹ آباد میں زبانِ عربی کے لیکچرر رہے۔ ۱۹۶۲ء میں شعبۂ عربی پشاور یونیورسٹی کے لئے بطور صدر آپ کی خدمات مستعار لے لی گئیں۔

۱۹۶۵ء میں جامعہ پشاور کی طرف سے بطور ریسرچ سکالر تین ماہ کیلئے قاہرہ جانے کی تیاری کی، ۲۰ مئی ۱۹۶۵ء کو بوئنگ طیارہ جب قاہرہ کے ہوائی اڈہ کے قریب پہنچا تو اس میں اچانک ایک دھماکہ ہوا جس سے جہاز ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا، اس میں آپ کے علاوہ ممتاز ادیب اور صحافی داصلِ بحق ہوئے۔ اور قاہرہ کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔

تصانیف :- ۱۔ تفسیر الکشاف القرآن بزبان پشتو مکمل ۔ ۲۔ جمال الدین افغانی ۔ ۳۔ دراسۃ القرآن ۴۔ خطبات نبوی کا ترجمہ ۔ ۵۔ النحو الواضح علی جارم مصری کے پہلے تین حصوں کا اردو ترجمہ۔ ۶۔ میراث کین (طٰہٰ حسین مصری کی عربی کتاب کا ترجمہ) ۷۔ معجزاتِ رسول ۔ ۸۔ پشتو گرامر صفحات ۱۶۰ ۹۔ تعلیمی قصے ۔ ۱۰۔ اسلامی قصے ۔ ۱۱۔ ازہار الادب (برائے جماعت نہم و دہم) ۱۲۔ عربی ہمارے مدارس میں صفحات ۶۴ ۱۳۔ چہل حدیث کا ترجمہ پشتو میں، ۱۴۔ خسرے فیصلے ۔ ۱۵۔ خو نبرے لطیفے ۔ ۱۶۔ کپیری نادیدہ ۔ ۱۷۔ تعلیم الدین ۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب کا ۲۲۰ صفحات میں بزبان پشتو ترجمہ ۔

صاحبزادہ مولانا عبدالباری جان | آپ ۱۹۲۰ء کو علاقہ "عمرزئی" تحصیل چارسدہ، ضلع پشاور میں جناب صاحبزادہ خادم جان صاحب کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم دارالعلوم "رنڑ" چارسدہ میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کیلئے دارالعلوم دیوبند پہنچے اور ۱۹۴۶ء میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔

فراغت کے بعد وطن واپس آئے اور "صداقت" نامی ہفت روزہ جاری کیا جو تین سال تک برابر نکلتا رہا۔ اس کے مدیر آپ تھے۔ "دارالعلوم تعلیم القرآن عمرزئی" کے آپ بانی اور مہتمم ہیں۔

تصانیف :- ۱۔ امن ۲۔ اسلام اور امپریلزم (پشتو زبان میں) شائع ہو چکی ہیں۔

مولانا قاضی عبدالکریم صاحب | آپ ۱۳۲۹ھ / ۱۹۲۱ء کو مولانا قاضی نجم الدین صاحب کے گھر کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان میں پیدا ہوئے۔ ۱۰ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد صاحب سے پڑھیں، پھر سراج العلوم سرگودھا اور خیر المدارس جالندھر میں پڑھتے رہے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۵۸ھ میں حضرۃ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد ۵ سال تک انجمن اسلامیہ فورٹ سنڈیمن (بلوچستان) میں جامع کی خطابت کے ساتھ مدرسہ عربیہ میں تدریس کی۔ پھر ۲ فروری ۱۹۴۹ء کو مدرسہ نجم المدارس کلاچی کی بنیاد رکھی، آج تک اس میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے علمی مقالے مختلف دینی رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

تصانیف : ۱۔ شمس العرفان ۔ مطبوعہ ۔ ۲۔ خیر التعلیقات علی المشکوۃ۔ (غیر مطبوعہ)

مولانا قاضی مقدار الدین شاکر پشاوری آپ ۱۹۲۲ء کو البصار الدین صاحب کے گھر زیارت کاکا صاحبؒ ضلع پشاور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے قصبہ میں حاصل کرنے کے بعد ۲۰ شوال ۱۳۵۶ھ کو دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ ۱۹۶۲ء میں حضرۃ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ ۱۹۴۲ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ اب سنہری مسجد پشاور صدر کے خطیب ہیں۔

تصانیف : ۱۔ الکامل للمبرد کی شرح مع اردو ترجمہ "کافل النہب" کے نام سے ۲۰۰ صفحات میں شائع ہو چکی ہے۔ ۲۔ برہانِ اسلام ۴۰۰ صفحات۔ بار اوّل جالندھر بار دوم میسرز کریم بخش انارکلی لاہور۔

۳۔ سفر نامۂ حجاز ـــــ (زیرِ طبع) ۴۔ ہماری اردو برائے جماعت ششم۔

۵۔ تسہیل الفرقان (قاعدہ)۔ ایک کے سوا سب مطبوعہ ہیں۔

فضلاء دارالعلوم دیوبند

سے

ایک ضروری التماس

دارالعلوم دیوبند کے قیام سے لیکر اب تک ہزارہا علماء و فضلاء وہاں سے فارغ التحصیل ہوئے ہیں، دارالعلوم دیوبند نے آئندہ سال اپنی صد سالہ تقریب منعقد کرنے کا ارادہ کیا ہے جس میں تمام فضلاء دارالعلوم دیوبند کو مدعو کرنے کا پروگرام ہے۔ اس سلسلے میں تمام فضلاء دارالعلوم دیوبند کے موجودہ پتوں کی ضرورت ہے ـــ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے پاکستان تشریف آوری کے موقع پر اس غرض کے لئے ایک کمیٹی قائم فرمائی ہے ـــ اس کمیٹی کی طرف سے تمام فضلاء دارالعلوم دیوبند سے، خواہ وہ کہیں آباد ہوں۔ اور کسی کام میں مشغول ہوں، التماس ہے کہ وہ اپنے بارے میں مندرجہ ذیل تفصیلات ارسال فرمائیں۔

پورا نام　　والد کا نام　　موجودہ پتہ

عمر　　موجودہ مشغلہ

کون سے سن میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت پائی ۔؟

دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کے سال کیا پتہ درج کرایا گیا تھا ۔؟

براہِ کرم صاف اور واضح طریقے سے لکھ کر براہ کرم جلد از جلد مولانا محمد تقی عثمانی کورنگی کراچی ۱۴ کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

داعی :۔ مفتی محمد شفیع صدر دارالعلوم کراچی ۱۴
محمد یوسف بنوری مہتمم مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی۔

ـــــــ ادارۂ الحق

قادیانیت

اور

بہائیت ـــــ کے وکیلوں کی مجلس میں

مرزا قادیانی اور مقام تجدید
ایڈیٹر تحریک جدید ربوہ
کی خود فریبی یا خوش فہمی

ایڈیٹر تحریک جدید ربوہ ، مدیر الحق کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں :

الحق جلد ۱۱ کے پہلے شمارہ میں "مسلک دیوبند کا تحفظ" خاص تفصیلی مضمون ہے۔ پڑھا تو میں نے سارا ہے۔ لیکن اس کے ایک حصہ نے خاص طور پہ میری توجہ کو اپنی طرف کھینچا ہے۔ اگر زحمت نہ ہو تو آپ بھی میری بات کو غور سے پڑھیں۔ مضمون کے جس حصہ کیطرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ ہے " دارالعلوم دیوبند کی شانِ مجددیت " اس عنوان کے تحت لکھا ہے۔ " ہر ایک صدی میں کوئی نہ کوئی مجدد آئے گا جو دین کو نکھارے گا، عقائد اعمال اور کلیات، دین میں لوگ جو فرق اور خرابی ڈالیں گے۔ مجدد ہر صدی میں آکر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ الگ کر دے گا۔"

گویا مجدد رائج الوقت باتوں میں سے کسی ایک سے اختلاف کریں گے۔ آخر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی جمع کرنا ہوا۔ لیکن اگر اس نے پانی کو الگ کیا، اور علماء نے شور مچا دیا کہ یہ بھی دودھ ہی ہے تو پھر کیا ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ مجدد آتا ہی لوگوں کی غلطیوں کو درست کرتا ہے تو علماء کا طبقہ شور مچا دیتا ہے۔ بہر حال چونکہ مجدد اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہوتا ہے۔ علماء شور مچاتے رہتے ہیں اور بات مجدد ہی کی مانی جاتی ہے اور آہستہ آہستہ وہ مقصد جس کے لئے اللہ تعالیٰ اُسے بھیجتا ہے۔ وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔

بالکل اسی طرح کا شور علماء نے حضرت مرزا غلام احمد بانی سلسلہ احمدیہ کے خلاف مچایا ہے۔ لیکن ہوگا وہی کچھ جو خدا نے مجددین کے بھیجنے کے ساتھ مقدر کر دکھایا ہے ـــــ کیا خیال ہے آپ کا ؟

(نسیم سیفی)

الحق | جناب سیفی صاحب ! آپ نے خط لکھا پھر ادھر سے خاموشی دیکھ کر اپنے خط کو بظاہر اپنے حریف لاہوری جماعت کے آرگن میں شائع بھی کرا دیا۔ تعجب ہے کہ مجددیت کی بات کہیں بھی دیکھ کر آپ حضرات کے منہ میں پانی آجاتا ہے اور رگ حمیت پھڑک اٹھتی ہے۔ مجدد اور تجدید دین کے مسئلہ سے کس نے انکار کیا ہے ؟ مگر آپ لوگ

کسی ایک نقطہ اور دعویٰ پر تو ٹھہر جائیں تب بات کی جائے۔

مجدد نہ تو مسیح موعود بنتا ہے نہ رسول اور نبی ہونے کے دعادی کا ذبہ کرتا ہے نہ ظل اور بروز کے چکروں میں پڑتا ہے۔ نہ نبوت و رسالت کے اور امت مجدد کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ اپنے شان اور منصب تجدید سے آگاہ ہو کجا کہ اسکی ساری زندگی دعاوی باطلہ اور تاویلات میں گذر جائے، پھر مجدد نہ تو دین میں نسخ کرتا ہے نہ نئی تشریح ———

یہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کی بھی خوب کہی۔ مجدد اطاعت انگریز کو دودھ نہیں کہتا نہ وہ قطعی عقیدۂ جہاد کو پانی سمجھ کر شریعت سے الگ کرتا ہے وہ نصوص قطعیہ اور کتاب و سنت پر تجدید کی آری نہیں چلاتا۔ مجدد عزیمت و استقامت اور صبر و شجاعت کا ایک کوہ گراں ہوتا ہے۔ کفر اہل کفر اور طاغوتی حکمرانوں کا خوشامدی، قصیدہ گو اور ٹوڈی نہیں ہوتا۔ مجدد کا کردار ایک آئیڈیل ہوتا ہے۔ وہ نامحرم خواتین، اور ٹانک وائن کا اسیر نہیں ہوتا۔ مگر یہ باتیں کس سے کی جائیں۔ آپ مرزا کو مجدد بھی سمجھتے ہیں اور رسول بھی اور چاہیں تو تشریعی بھی ضرورت نہ ہو تو غیر تشریعی بھی دجل و تلبیس کا لبادہ اتاریئے تو دودھ ہاتھ ہو جائیں۔ ہم مجددیت تو کیا عام انسانی معیار پر بھی جانچنے کے لئے تیار ہیں۔ باقی دودھ کا دودھ والا محاورہ تو وہ تو اس امت کے دجالین کذابین کے بارہ میں بہت پہلے شارع علیہ السلام فرما چکے ہیں اور اب تو تاریخ بھی اس پر اپنی مہر ثبت کر چکی ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔

یہ مباھلے کے مریض | جامعہ احمدیہ ربوہ کے ماسٹر عطا محمد صاحب، ایڈیٹر الحق کے نام حسب معمول "تبلیغ و انذار" سے کام لینے کے بعد لکھتے ہیں، "مجھے یہی محسوس ہوتا ہے کہ آپ، دن رات، چلتے پھرتے سوتے جاگتے اسی غلجان میں غرق رہتے ہیں کہ کسیطرح مرزائیوں کا روئے زمین سے صفایا ہو جائے ۔۔۔ ——— اگر آپ اپنی تحریروں میں مخلص ہیں تو آئیے! ہمارے جامعہ میں کم از کم بیس اساتذہ ہیں۔ آپ اپنے جامعہ کے بیس استاد لیکر ہم سے مباھلہ کر لیں اگر آپ رضامند ہیں تو جلدی واپسی جواب دیکر شرائط طے کر لیں کہ روز روز کا جھگڑا ختم کریں۔"

الحق | ماسٹر صاحب! واقعی آپ لوگ اپنے جھوٹے نبی کے سچے امتی ہیں۔ جس متنبی کذاب کو عمر بھر اپنی پیشنگوئیوں کو جھوٹا ہوتے دیکھ کر بھی نصیحت نہ ہوئی۔ اور جو پھر بھی مباھلے پر مباھلہ کی دعوتیں دیتا چلا آ رہا تھا۔ یہاں تک کہ ایک کافر سیحی، آتھم کی تمنائے موت میں اس نے قادیان میں کہرام برپا کر دیا اور اندھے کنوئیں میں کنکر پھینکے پھینکوائے مگر مسیحی سرخرو ہو کر زندہ رہا اور وہ روسیاہ ہوئے۔ قاضی ثناء اللہ امرتسری کی موت، اور مباہلوں کی حسرتیں فضیحت میں اضافہ کا باعث بنیں اور محمدی بیگم مرحومہ ہائے کس موقعہ پر یاد آئیں اور پھر اپنے "خلیفۃ المسیح" مرزا بشیر الدین محمود کے سیاہ کردار اور کرتوت کے بارہ میں کمالات محمودیہ کے مباہلے در مباہلے ——— یہ مباہلوں کی دعوت اور پھر نصف صدی سے زائد رسوائیاں ——— مگر شرم تم کو مگر نہیں آتی ——— واقعی جب ہدایت کے سارے راستے بند ہو جائیں تو انسان ایک بے حیا حیوان بن کر رہ جاتا ہے۔ مرزائیت

پہ براق اور یہ ذان کے علاوہ مباطلوں کی بیماری بھی ہر دور میں طاری رہی ہے۔

بہائیت ۔ اعتراف یا انکار ؟ کراچی سے ایک بہائی دوست رحمان ہندی صاحب کا خط جس کا جواب توسین ( ) میں ہے ۔ نقش آغاز میں بہائیت کے بارہ میں آپ کی تحریر کا جواب تو محفل روحانی ملی ہی دے سکتی ہے ۔ مگر اتنا عرض ہے کہ ۔۔۔ بہائی کسی سابقہ دین کا فرقہ نہیں ایک الگ مستقل دین ہے ۔ (ہم نے کب کہا ہے کہ یہ کوئی اسلامی فرقہ ہے ، البتہ مسلمانوں میں رہتے ہوئے اسلام دشمن حرکتوں کا نوٹس لیا ہے ۔ الحق) اس دین کو برطانیہ اور یہودیوں کی کوئی خاص مدد ۔ (پہلے عام مدد کی تفصیل تبلا دیجئے ۔ الحق) نہیں ملی حضرت عبدالبہا عباس آفندی کو سر کا خطاب ملا تھا ، وہ آپ نے وصول نہ کیا اور آپ کیطرف سے ایک احباب نے وصول کیا تھا ۔۔۔۔

(ماشاء اللہ یہ بھی کوئی کوٹ یا ٹوپی اور پگڑی قسم کی چیز تھی جس کی قبولیت میں نیابت کا پہلی بار علم آپ سے ہوا ۔ الحق) ان کا ہیڈ کوارٹر یا ورلڈ سنٹر حیفہ (اسرائیل) میں ہے ، اور یہ مشیت الہٰی تھی ۔ کیونکہ ظہور حق کرمل کی مقدس چوٹیوں پر ہونا تھا ۔ (یہ مشیت الہٰی کا بھی عجب اتفاق ہے ، یہی چوٹیاں بیک وقت صیہونیت کے عزائم کی تکمیل کا بھی ذریعہ بنی تھیں یہاں قادیانیوں کو بھی امن کا ٹھکانہ ملتا تھا اور بہائیوں کو بھی عالمی امن کا پرچار کرنا تھا ۔ ایسا حسن اتفاق شاید چشم فلک نے اس سے قبل نہ دیکھا ہو ۔ الحق)

بہاء اللہ نے نبی ہونے کا ہرگز دعویٰ نہیں کیا ان کا دعویٰ تو موعود کل ادیان ہے ہر نبی نے اس کے ظہور کی خبر دی تھی وہ نبأ عظیم ہیں نبی نہیں (ماشاء اللہ موعود اور نبأ عظیم جیسے ؟ پالیدا) میں آپ ظلی اور بروزی حلیفوں کو بھی مات کر گئے ہر نبی کا کام ان کے گن گانا تھا ، اور ہیں ، اور وہ پھر بھی نبی نہ تھے ۔ الحق) یہ معاملہ آپ کا اور قادیانیوں کا ہے وہ جانیں اور آپ ۔ (مگر ختم نبوت کے آئینی تحفظ اور مفہوم قطعی کے تعین نے ایسے تمام موعودیوں ، نبائیوں اور بروزیوں کو ان کا انجام بد دکھا کر حلیف و غمگسار بنا دیا ہے ۔ ایک ایسے ہی فرقہ کے سربراہ نے تو لاکھوں روپے رشوت دیکر عالمی سیرت کانگریس کی ایک نشست کی صدارت خرید لی ، یہ سب ہذیان وہیجان کس بات کا غماز ہے ۔ الحق) صیہونیت کے ساتھ ان کا گہرا ربط وتعلق نہیں ہے ۔ (یہ ربط وتعلق کی گہرائیاں اور طول وعرض اور عمق میں کمی وبیشی بھی آج معلوم ہوئی ۔ الحق) امید ہے آپ کی غلط فہمی دور ہو گئی ہو گی اور آپ جواب کو شائع فرمائیں گے ۔ (جی ہاں ! آپ کا خط پڑھ کر حیرانی تھی کہ اسے اعترافات کا نام دیا جائے یا انکار کا ۔ الحق)

بحث و نظر

تعاقب و محاسبہ

جناب عبد المجید قیصر قندی

پروفیسر سید محمد سلیم صاحب

ذکری فرقہ
کے بارہ میں
ایک صحیح فیصلہ

ذکری فرقہ کو غیر مسلم لکھا جائے۔ (ڈپٹی کمشنر لسبیلہ)

یاد رہے کہ حال ہی میں لسبیلہ (بلوچستان) کے ڈپٹی کمشنر نے تحصیل کے تمام رجسٹریشن آفسوں کو حکم جاری کیا ہے کہ شناختی کارڈ جاری کرتے وقت ذکری فرقہ کو غیر مسلم لکھا جائے۔ اخباری بیان مندرجہ ذیل ہے :

"لسبیلہ۔ ۲۶ اپریل (نمائندہ امن) ڈپٹی کمشنر لسبیلہ نے تمام تحصیل رجسٹریشن آفسوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ ذکری قبیلہ کے افراد کو شناختی کارڈ جاری کرتے وقت ان کو غیر مسلم تحریر کریں تاکہ ان کو مسلم لکھنے سے عوام میں ہیجان نہ پھیلے۔ یاد رہے کہ حال ہی میں لسبیلہ کے بعض علماء نے ذکری قبیلہ کے افراد کو مسلم ظاہر کرنے پر شدید اعتراض کیا تھا۔ (اخبار امن ۲۸ اپریل ۱۹۷۶ء کراچی)

ہم ڈپٹی کمشنر لسبیلہ کے اس صحیح اور جرأت مندانہ فیصلے کو سراہتے ہوئے ان کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ بلوچستان کے دوسرے اضلاع اور خصوصاً کمشنر کراچی بھی اسمبلی کے متفقہ فیصلہ و قانون کا احترام کرتے ہوئے اور مسلمانانِ پاکستان کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے اپنے اپنے اضلاع میں اپنے ماتحت رجسٹریشن آفسوں کو بھی ذکری فرقہ کے متعلق ایسا ہی ہدایت نامہ جاری کریں گے۔

نیز حکومت سندھ سے ہمارا مطالبہ ہے کہ ذکری فرقہ کو اپنے انجمنوں کے بورڈ پر لفظ "مسلم" لکھنے سے روکا جائے اور یہ جو ذکری فرقہ کے مرکزی انجمن واقع مسان روڈ، لیاری، کراچی کا نام "آل پاکستان ذکری مسلم انجمن سندھ و بلوچستان برانچ" رکھا ہے۔ لفظ "مسلم" کا استعمال ممنوع قرار دیا جائے تاکہ کسی مسلمان کو دھوکہ نہ ہو۔

یاد رہے کہ ذکری فرقہ مسلمان نہیں، ارکانِ اسلام میں سے، کلمۂ طیبہ، نماز، روزہ، حج اور دیگر اسلامی اصولوں کا منکر ہے۔ بلوچستان کے قاضی شرعی فیصلوں میں ان کو ہمیشہ غیر مسلم لکھتے رہے اور ان سے مسلمانوں کا نکاح حرام قرار دیا جاتا رہا۔ اور ان کی گواہی تا ایں دم قبول نہیں کرتے۔ یہ لوگ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے سید محمد جونپوری کو جو ان کے ہاں محمد اٹکی کے نام سے مشہور ہے، خاتم النبیین اور خاتم الولایت تسلیم کرتے

ن کے اعتقاد میں محمد اٹکی کو نہ ماننے والا کافر ہے۔ نمازیوں سے بے حد نفرت کرتے ہیں۔ حج کیلئے یہ لوگ بت کے قریب ایک پہاڑ "کوہ مراد" کے نام سے مشہور ہے اس کی زیارت و طواف کرتے ہیں۔ اگر اس کو بے حیائی کا مرکز کہا جائے تو بجا ہے، وہاں پر آبِ زمزم، صفا اور مروہ، عرفات، غرض کہ سب کچھ بنا ہوا ہے۔ اس فرقہ کے پاس کوئی ٹھوس مذہبی کتاب نہیں، یہی وجہ ہے ان کے اکثر نوجوان اپنے مذہب سے برگشتہ ہیں، کوئی دہری بن رہا ہے تو کوئی کمیونسٹ بن رہا ہے۔ اور بہت سے تو درپردہ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ مگر خوف کی وجہ سے اس کا اظہار نہیں کرتے۔ یہ لوگ عام طور پر اپنے عقیدے کو چھپاتے ہیں۔

باوثوق ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ کراچی کے دو علاقے ایسے ہیں جہاں پر چار یا پانچ بوڑھوں کے سوا سب نے نماز پڑھنا شروع کیا ہے۔ حال ہی میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی وجہ سے یہ لوگ بے حد پریشان ہیں۔ اور ان کے مذہبی پیشوا بہت گھبرائے ہوئے ہیں اور سندھ کے مہدویوں کی آڑ لے رہے ہیں، اور اب وہی لوگ ان کی دستگیری و رہنمائی کر رہے ہیں۔ چنانچہ اب تحریروں میں صرف " ذکری " نہیں بلکہ " ذکری مہدوی " استعمال کر رہے ہیں، اور طلبہ تنظیم کا نام " ذکری مہدوی اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن " رکھا ہے۔

قادیانی چاہتے تھے کہ ذکری ہمارے ساتھ ملیں مگر مہدویوں نے اپنا پرانا رشتہ ثابت کر دکھایا۔ لہذا یہ لوگ ادھر مائل ہو گئے۔ اب ذکری اور مہدوی گٹھ جوڑ اس شعر کا مصداق بن گیا ہے ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

قادیانیوں کے بعد اب وقت آگیا ہے کہ اس گمراہ فرقہ کے عقائد و عزائم کا پردہ چاک کیا جائے۔ اس بے بنیاد مذہب کے بارے میں آئندہ قسط وار مضمون کا انتظار کیجئے۔ والسلام علیٰ من اتبع الهدیٰ۔

نوٹ :۔ اس حکمنامہ کے بعد مہدوی سربراہ جناب شہاب اللہ یداللّٰہی اس سے پریشان ہو کر اسلام آباد گئے ہوئے ہیں۔ وہاں پر ایک مشیر صاحب مہدوی ہیں، ان کی سفارش سے کچھ کرانا چاہتے ہیں۔ اور اگر ڈپٹی کمشنر بسیلہ کا تبادلہ ہو گیا تو سمجھ لیجئے کہ یہ اس سلسلہ کی ایک کڑی ہو گی، مقامی لوگ اور علماء اس ڈپٹی کمشنر سے بے حد خوش ہیں۔

(عبدالمجید قصر قندی۔ کراچی)

ذکری مذہب کے بارہ میں ایک قدیم بیان رسالہ الحق میں ذکری فرقہ سے متعلق ایک پر از معلومات مضمون شائع ہوا تھا۔ اس فرقہ سے متعلق ایک قیمتی اقتباس یہاں درج کرتا ہوں۔ شاید اس سے کچھ معلومات میں اضافہ ہو۔

حاجی شاہ فقیر اللہ علوی شکار پوری ایک نقشبندی بزرگ ہیں۔ ۱۱۰۰ھ ا تیاس جلال آباد افغانستان میں پیدا ہوئے تھے ۱۱۵۰ھ میں شکار پور آئے اور یہیں متوطن ہو گئے۔ ۱۱۹۵ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ شکار پور میں ان کا مزار ہے۔ ان کے مکاتیب۔ بنام مکتوبات حاجی شاہ فقیر اللہ ایک زمانہ ہوا لاہور سے شائع ہوئے تھے۔

اس میں مکتوب ۵۸ ص ۲۷۳ پر درج ہے۔ خوارج کے فرقے گناتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نہم خلیفہ، اصحاب خلف بن عمر خارجی اند، ایشاں از خوارج کرمان و مکران اند۔ اضافت قدر خیر و شر باالله تعالیٰ کنند۔ چنانچہ در شرح مواقف و ملل و النحل وغیرہما آوردہ۔ دریں ایام ایں طائفہ خلفیہ مشہور بداعی مذہب اند، و مرتد محض اند۔ اہل قبلہ نیستند۔ قتل رجال و سبی نساء و اطفال ایشاں مثل سائر مرتدین جائز است۔ چنانچہ در کتب فقہ در احکام مرتدین مذکور است، و حق تعالیٰ حامی عالی جاہ محمد نصیر خان غازی ولد مرحوم عبداللہ خان قنبرانی امیر بلوچستان باد کہ در ایام سلطنت فیض منزلت بادشاہ کیواں شتباہ تیمور شاہ بن احمد شاہ خلد آشیاں علیہ الرحمۃ والغفران۔ خلد اللہ ملکہ، بعث سرایا طرف کیچ مکران نمودہ۔ قتل رجال و سبی نساء و اطفال زنہا کردہ۔ ولایت کیچ مکران گرفتہ۔ ایں طائفہ را پائے در انداختہ، در سنہ یک ہزار و یک صد و ہشتاد و ہشت ہجری تربت خلف بن عمر را خراب کردہ، و دین متین محمدی در ایشاں جاری ساختہ۔ حفظہ اللہ تعالیٰ سبحانہ و وفقہ اللہ تعالیٰ لاکتساب السعادۃ وکان لہ دبد (؟) من انتہی اللہ بطناً من بطن و زماناً بعد زمان۔"

اس مکتوب میں اگرچہ ان کا معروف نام ذکری نہیں لیا گیا ہے۔ مگر چونکہ میر نصیر خان نے ذکریوں پر ہی فوج کشی کی تھی جیسا کہ قلات بلوچستان کی تاریخ میں مذکور ہے۔ اس لئے ان سے مراد ذکری ہیں۔ گویا حاجی صاحب کی تحقیق کے مطابق یہ لوگ اصل میں خارجی ہیں۔ ممکن ہے خارجی اور مہدویوں کا مرکب ہو۔ بہر کیف یہ قدیم بیان اہمیت رکھتا ہے۔ اور تحقیق کے لئے ایک راہ دکھاتا ہے۔

(پروفیسر سید محمد سلیم ناظم شعبہ التصنیف تنظیم اساتذہ پاکستان شکارپور سندھ)

امجد علی شاکر۔ بی اے

غلام اکبر صاحب کا مکتوب گرامی الحق کے شمارہ ذی الحجہ میں پڑھا جس میں انہوں نے ایک پاکستانی کمیونسٹ کی تہذیب و ثقافت پر مرقوم کتاب پاکستان میں تہذیب و ثقافت پر تبصرہ اور تجزیہ تحریر فرمایا اور ان کی اسلام دشمنی کی نشاندہی فرمائی ایک انتہائی خطرے سے خبردار کیا۔ فجزاکم اللہ ـــ یہ مکتوب پڑھ کر مجھے نوشیرواں کا وہ قول یاد آگیا جو اس نے لشکریوں کو نمک مفت طلب کرنے سے منع کرتے ہوئے ادا کیا اور کہا کہ برائی قلیل مقدار سے ہی شروع ہوتی ہے۔ اور پھر بڑھتے بڑھتے یہ پھیل جاتی ہے۔ کچھ یہی حالت ہمارے وطن میں ہوئی یہاں علماء و فضلا اور فقہا و صوفیا کا انتہائی احترام ہوتا تھا اور مسلمان انہیں اپنا رہبر و پیشوا مانتے تھے۔ انگریز جب برصغیر میں آیا تو اس کی سب سے بڑی رکاوٹ علماء ہی بنے جنہوں نے غلامی کے سیلاب کے آگے بند باندھے جسے انگریز کا اسلحہ اور منظم فوجیں تو نہ کاٹ سکے لیکن اندرونی غداروں نے انگریز کا منشاء و مقصد ضرور پورا کر دیا۔ چنانچہ انگریز کی مخالفت ہمیشہ علماء کی طرف سے ہی ہوتی رہی اور غلامی کی بیڑیاں کاٹنے میں علماء کے ہاتھ ہی ہمیشہ مصروف رہے۔ یہ ایک طویل تاریخ ہے جسے چند الفاظ میں بیان کرنا ناممکن اور محال ہے۔

چنانچہ انگریز نے اپنے مدمقابل گروہ (علماء) کو کمزور کرنے کے لئے کئی سازشیں کیں ایک طرف لارڈ میکالے کے طریق تعلیم سے انگریزی غلام پیدا کئے۔ انگریزی نبوت کا پودا قادیان کی سرزمین میں کاشت کر کے امت مسلمہ کی وحدت کے سینے میں خنجر گاڑا۔ مختلف فتنے کھڑے کر کے تلبیس حق و باطل کے فن کا آغاز کیا۔ اور ان سب سے جو کام لیا وہ دین اسلام اور علمبرداران دین اسلام کو کمزور کرنے کا کام تھا۔ علماء و فقہاء کے تقدس کے مینار کو زمین بوس کرنے کے لئے ایک منظم سازش کا آغاز ہوا۔

اس کام کا آغاز ایک انگریز مصنف نے ہمارے ہندوستانی مسلمان نامی کتاب سے کیا اور علماء کے

خلاف پروپیگنڈہ کی عمارت کی نیو اٹھائی اور اہلِ حق پہ زبانِ طعن دراز کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ جسے انگریز کے پالتو مصنفین آگے بڑھاتے رہے اور انگریز سے بھی بڑھ کر زورِ قلم صرف کیا۔ یہ لوگ صرف پیٹ کے غلام تھے اور ان کے قلم پیٹ پوجا کا آلہ۔ سرکاری توشہ خانے سے ملنے والا راتب انہیں اہلِ حق کے خلاف زہر اگلنے پر ابھارتا رہا اور حد یہ ہوئی کہ جو لفظ بھی ان کے قلم سے نکلا، اس کی آواز ضمیر یا دماغ کے خانے سے نہیں اس معدے سے اٹھی جس میں انگریزی خوراک ذخیرہ ہوتی تھی۔ بلکہ اسی خوراک سے ہی ہر لفظ بلند ہوا اور ان کے قلم نے اسے صفحۂ قرطاس پر منتقل کر دیا۔

چونکہ انگریزی تعلیم ایک ایسا ٹیکہ ہے جو انسان کے اندر سے شرافت صداقت اور اس قسم کی تمام چیزوں کو کشید کرنے کا کام کرتی ہے۔ الاماشاءاللہ اس لئے ان لوگوں نے ضمیر و دماغ سے عاری ہو کر جو کچھ بھی لکھا اس میں متانت یا صداقت کا ڈھونڈھنا اندھیروں سے کرنیں مانگنا یا برص کے داغوں سے حسن و زیبائی طلب کرنے کے مترادف ہے۔

یہ رفیقانِ شبِ غلامی غلامی کی رات کو طول دینے کے لئے انگریز کے ہاتھ میں ڈفلی کی طرح بجتے رہے۔ اور چراغ ہائے راہِ حق کو بجھانے کے لئے سراپا پھونک بنے رہے۔ مگر تقدیر خندۂ استہزا کے ساتھ یہ کہتی رہی

ع۔ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا۔ یہ لوگ ایک ایسا ساز بن گئے جس پر انگریزی مضراب سے غلامی کے حسیں راگ بلند ہوتے رہے۔

یہ نام نہاد اہلِ قلم فی الواقعہ اہلِ معدہ یا غلامِ معدہ تھے یہ لوگ اس "جاہل تعلیم یافتہ" گروہ سے متعلق تھے۔ جو ایک مصنّف کے بقول جسماً ہندوستانی اور ذہناً انگریز تھے۔ مگر میں آخری بات میں یہ ترمیم کرنا چاہتا ہوں۔ کہ یہ ذہناً انگریز نہیں انگریزوں کے غلام تھے ان کی ذہنیت شبِ دیجور کی طرح ہر کہیں چھا گئی مگر علماءِ حق ستارۂ صبح بن کر چمکے اور اندھیروں کا دامن چاک کر کے صبحِ خنداں کی جانب رواں دواں رہے۔ اور دوسری طرف یہ انگریزی غلام شبِ دیجور کی حسن و زیبائی بیان کرنے میں رطب اللسان رہے، حتیٰ کہ علماءِ حق کے خلاف اپنے باطن کا خبث ظاہر کرنا ایک فیشن بن گیا۔ (مجھے احساس ہے کہ میرے زیرِ قلم الفاظ سخت اور تند و ترش ہیں اور الحق کے تقدس کے بھی کسی حد تک منافی لیکن میں واقعات کی سنگینی کو الفاظ کی رنگینی میں گم کرنے کے فن سے ناآشنا ہوں۔)

پاکستان بن گیا اور آزادی حاصل ہوگئی تو انگریزی غلام ہی حاکم بن بیٹھے۔ ع منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے۔ اور علما آزادی کے اس دور میں پہلے سے بھی زیادہ معتوب ٹھہرے اور غلامِ انگریزی "سازوں" کے راگ میں ایک اور لفظ کا اضافہ ہوگیا وہ لفظ اسلام تھا جس کی تردید کے لئے ان کی زندگی کا ہر گوشہ حیات کا ہر لمحہ

جسم کا ہر جزو زبان کا ہر لفظ اور گھر کا ہر حصہ وقف تھا۔ ایسی حالت میں اسلام کے نام پر اسلام کے خلاف جو کچھ ہُوا، اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں چنانچہ علماء کے خلاف ہر لہجہ میں زہر اگلا گیا۔

حضرت شیخ الاسلام امام راشد حضرت السید حسین احمد مدنیؒ، امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ اور دوسرے اکابرین امت کے خلاف الزامات کی وہ چارج شیٹ جسے انگریزی سی آئی ڈی نے تیار کیا تھا، پاکستانی مصنف جج بن کر اسی چارج شیٹ کے مطابق انہیں سزا دینے کی کوشش کرتے رہے۔ مگر اس وقت اس بات کی سنگینی کا احساس نہ کیا گیا اور اس وبا کو نہ روکا گیا بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ علامہ اقبالؒ کے چند اشعار کا سہارا لیکر مرشدنا حسین احمد مدنیؒ کے خلاف جو ہفوات تحریر کی گئیں، اس کا اندازہ کرنا آسان نہیں ان اکابر کے خلاف وہ لوگ سب سے زیادہ رگیں پھلاتے اور قلم گھسیٹتے رہے جو بزعم خویش اسلام کے سب سے بڑے داعی اور علمبردار تھے، لادینی مصنفین کے اپنی باتوں سے حوصلے بلند اور ہمتیں جوان ہوئیں انہوں نے چند قدم اور آگے بڑھا کر اپنی طنز و تعریض کے تیروں کا نشانہ حضرت مجددالف ثانیؒ اور محمد بن قاسم کی ذات کو بنا دیا ہے۔

اگر برائی کو ختم کرنا ہے تو جڑ سے اکھاڑ دیں، شاخیں کاٹنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہ پھر اگ آئیں گی۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس برائی کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر ختم کر دیں۔

تبلیغی جماعت کے مخالفین سے چند گذارشات

ایم عبدالخالق نعیم نور خانوی

تبلیغی جماعت وہ جماعت ہے کہ جو اسلام کی سربلندی اور ترقی کے لئے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کام کر رہی ہے۔ اور جس کا آغاز برصغیر پاک و ہند میں حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی دینی دعوت سے ہوا۔ حضرت مذکورہ کوئی پوشیدہ ہستی نہیں۔ آپ اپنے دور کے معروف ترین بزرگ تھے۔ اللہ اور اللہ کے حبیب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ کا عشق ان کی ہر اک ادا سے پوری طرح عیاں تھا، آپ اگر جینا چاہتے تھے تو خالقِ کل کائنات کے لئے، اور اگر مرنا چاہتے تھے تو بھی اسی قادرِ مطلق کی رضا مقصود تھی۔

حضرت جی نے تبلیغِ دین کے جس پودے کو لگایا۔ اور ان کے معتقدین نے جس لگن، محنت اور جانفشانی سے اس پودے کی آبیاری کی۔ آج ان کی محنت رنگ لائی ہے۔ اور تبلیغِ دین کا وہ پودا پھولنے پھلنے لگا ہے۔ لیکن "جہاں پھول وہاں کانٹا" کے مصداق تبلیغ دین کے اس پودے کو مخالف طبقے کے الزامات کے طوفانوں کا سامنا بھی ہے۔ البتہ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ اور نہ ہی تبلیغی جماعت کے کارکن اس قسم کے طوفانوں سے متاثر ہوں گے۔ کیونکہ

رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ پس جانے کے بعد
سرخرو ہوتا ہے انسان ٹھوکریں کھانے کے بعد

محترم قارئین! آپ میں سے اکثر تبلیغی جماعت سے منسلک ہوں گے۔ لیکن ایک طبقہ ایسا بھی ہے۔ جو اپنے مفاد کی خاطر اس جماعت کو انتہائی نفرت وحقارت کی نگاہ سے ہی نہیں دیکھتا۔ بلکہ اسکی تذلیل اور مخالفت میں اہم کردار ادا کرنے کیلئے ہر وقت کمربستہ رہتا ہے۔

کیوں؟ شاید یہ لفظ آپ کے ذہن میں وضاحت طلبی کے لئے اُبھرا ہو۔ لیکن یہ وضاحت اگر آپ اس گروہ سے طلب کریں۔ جو یہ مذموم حرکت کرنے پہ تُلا ہوا ہے۔ تو شاید وہ اس لفظ "کیوں" کے جواب کیلئے کوئی مناسب الزام تراش لے۔ البتہ جہاں تک میرا ذہن کام کرتا ہے۔ یہ مخالف فریق کی ہٹ دھرمی، متعصب مزاجی، خود غرضی، کم ظرفی اور تنگ نظری ہی ہے۔ جو اسے تبلیغی جماعت کے خلاف محاذ آرائی پر آمادہ کرتی ہے۔ شاید وہ

اپنے مریدین کی سٹیٹ کی حفاظت کیلئے ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔ جوان پر چاروں اطراف سے نذرانوں اور تحفے تحائف کی اندھا دھند بارش کرنے کیلئے رات دن مصروف ہیں۔

شاید مخالف طبقہ " کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت " بھول بیٹھا ہے۔ یا پھر اُسے " امر بالمعروف ونہی عن المنکر" یاد نہیں رہی۔ ورنہ اگر اُسے مذکورہ آیتیں یاد ہونے کے ساتھ خوفِ الٰہی اور قبر کا گڑھا یاد ہوتا۔ تو شاید وہ اتنی گھٹیا حرکت کرنے سے گریز ہی کرتا۔

پچھلے دنوں اس مخالف طبقے کے چند ارکان نے یہاں شہر جھادریاں میں تبلیغی جماعت والوں پر اپنی مسجد کے دروازے بند کرنے کا اعلان کیا۔ مخالف طبقے نے مسجد میں داخلے پر ہی پابندی نہیں لگائی، بلکہ اس کے ارکان نے یہاں تک کہہ ڈالا، کہ جس مسجد میں اللہ والوں کی یہ جماعت قیام کرے۔ اس مسجد کی صفیں انتہائی ناپاک ہیں۔ گویا انہوں نے نفرت کی آگ بھڑکائی ہی نہیں بلکہ اسے پھیلانے کی کوشش بھی کی ہے۔ ذرا غور فرمائیے! ایک مسلمان کسی کے لئے اس قسم کے الفاظ استعمال کرے۔ اور نفرت کی اتنی شدید آگ بھڑکائے۔ تو کیا وہ مسلمان کہلانے کا حقدار ہے۔؟ کیا اس نے قرآن حکیم کے اس فیصلے کو کہ "سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔" رد نہیں کر دیا۔؟ کیا اس نے شریعتِ محمدیؐ کے قوانین کی خلاف ورزی نہیں کی۔؟ کیا وہ اسلام کی نشر و اشاعت میں رکاوٹ نہیں بنا۔؟ کیا اس نے اس طرح " امر بالمعروف ونہی عن المنکر" کا انکار نہیں کیا۔؟

مندرجہ بالا سارے سوالات کے جوابات بالکل واضح ہیں۔ لیکن کاش! اس مخالف طبقے نے تبلیغی جماعت کی کارکردگی اور پس منظر پر ایک نگاہ ڈال لی ہوتی۔ اور کاش! اس نے ہٹ دھرمی، تنگ نظری اور کم ظرفی سے کام نہ لیا ہوتا۔ اور کاش! اس نے تبلیغی جماعت کے پیغام کو ہی سن لیا ہوتا۔ اور اس نے اپنے آقا محمد مصطفیٰؐ کے ارشاد کہ " مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں " کا پاس ہی کیا ہوتا۔ کاش! ان کے دلوں میں ذرہ بھر بھی خوفِ الٰہی موجود ہوتا اور انہوں نے کم از کم اپنے انجام کو ہی ذہن میں رکھا ہوتا۔ کاش! اس نے اپنے مفاد پر تبلیغی جماعت کے مفاد کو ترجیح دی ہوتی۔

شاید انہیں معلوم نہ تھا کہ صرف تبلیغی جماعت وہ جماعت ہے جو:

۱۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر پوری طرح عمل پیرا ہے۔

۲۔ خالص دینی جذبے کے تحت اسلام کی سربلندی کیلئے بے لوث خدمت کر رہی ہے۔

۳۔ مسلم وغیر مسلم، اپنے پرائے، دوست، دشمن، سب کو صرف ایک خدا اور اس کے آخری پیغمبر محمد مصطفیٰؐ کی طرف آنے کی دعوت دیتی ہے۔

۴۔ انسان کو خدا کا سچا بندہ اور رسول پاکؐ کا سچا امتی بنانے کا عزم سے کہ پاکستان میں ہی نہیں ساری دنیا میں سرگرداں ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسول اللہ ؐ کے ارشادات پر عمل پیرا ہونے کیلئے سارے انسانوں کو اپنے ساتھ شریک کرنا چاہتی ہے۔

۶۔ اپنے مفاد پر دوسروں کے مفاد کو ترجیح دیتی ہے۔

۷۔ کسی سے کچھ لینے کی بجائے بہت کچھ دینا چاہتی ہے۔

اور پھر ذرا غیر جانبدار ہو کر سوچئے تو سہی! اللہ والوں کی یہ جماعت ایسی ہے کہ جس کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ جس کا نصب العین انسانی ہمدردی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ جس کا جان، مال، وقت، حتیٰ کہ عزت و آبرو صرف اسلام کی ترقی کیلئے وقف ہو چکی ہے۔ جس کا اگر کسی سے کوئی تعلق ہے تو صرف اور صرف خدا کی ذات کے لئے۔ جس کا منشاء یہ ہے کہ انسان کو خدا کا دوست بنایا جائے۔ جس کا مقصد معاشرے کی اصلاح، اور انسان کو اس کے مقصدِ حیات سے آگاہ کرنا ہے۔

ایسی جماعت جس کے اتنے عظیم مقاصد ہوں۔ کیا وہ اللہ والوں کی نہیں۔ اور کیا اللہ تعالیٰ ان کی مدد نہیں فرمائے گا۔ کیا نبی کریم ؐ ایسی جماعت پر خوش نہیں ہوں گے۔ اور اے تبلیغی جماعت کی مخالفت کرنے والو! کیا نبی کریم ؐ کا اسوۂ حسنہ ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ ہم اللہ والوں کی اس جماعت سے ایسا کریں۔ نہیں بالکل نہیں۔ تو پھر آخر تبلیغی جماعت کا قصور کیا ہے۔ جو اس کو بڑے بڑے الزامات سے نوازا جاتا ہے۔ اتنی مخلص جماعت کو موردِ الزام ٹھہرانا کہاں کا انصاف ہے۔ جو اپنے پرائے، مسلم و غیر مسلم اور دوست دشمن سب کی بھلائی کی خاطر مصائب و آلام سے دوچار ہو کر ساری دنیا میں ماری ماری پھر رہی ہو۔ اور جس کی موافقت کی بجائے تم اس کی مخالفت کرو۔ یا پھر ے

شرم تم کو مگر نہیں آتی

اپنے گریبان میں جھانک کر تو دیکھئے۔ انصاف کیا کہتا ہے۔؟ اگر آپ ایک منٹ کیلئے مجھے منصف بنا لیں جب کہ میں اس کا اہل تو نہیں۔ البتہ میرا فیصلہ صحیح انصاف پر مبنی ہوگا۔ اور انشاء اللہ آپ کیلئے سود مند بھی۔ غور فرمائیے۔

سب انسان اولادِ آدم ہیں۔ اور سب مسلمان بھائی بھائی۔ اور مسلمان وہ ہے، جو کسی دوسرے کیلئے امن اور سلامتی چاہے۔ صرف یہی تصوّر ذہن میں رکھیں تو مسئلہ بالکل حل ہو چکا ہے۔ تبلیغی جماعت والے بھی مسلمان ہیں۔ جبکہ آپ بھی وہی کلمہ پڑھتے ہیں۔ اور آپ بھی اسی عقیدے پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس طرح تو آپ بھائی بھائی ہوئے۔ آپ میں کوئی تفریق نہیں رہی۔ اور مذہب اسلام تو کسی تفریق کا قائل نہیں۔ اب جب آپ بھائی بھائی ہوئے، کلمہ بھی ایک، خدا بھی ایک، شریعت بھی ایک اور قرآن بھی ایک، تو پھر آپ سب کو ایک ہونے میں کیوں شک ہے۔

اب آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ آپ غلطی پر ہیں۔ غلطی ہو جانا انسان کے بس سے باہر ہے۔ اب مصلحت اسی

میں ہے، کہ آپ اپنی غلطی بلا تامل تسلیم کرلیں۔ بحیثیت مسلمان آپکو چاہیئے کہ آپ تبلیغی جماعت کی سرگرمیوں میں ہی دلچسپی نہ لیں۔ بلکہ اپنا وقت، مال، اور جان دے کر اس کی نصرت بھی کریں۔ اسی میں آپکی کامیابی اور نجات ہے، یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر آپ شاندار اُخروی کامیابی حاصل کر سکیں گے۔ ورنہ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے، آپ کے اس رویّے سے خدا کے دین کی نشر و اشاعت قطعاً نہیں رکے گی۔ ع پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔
—— البتہ آپ اس طرح خدا کے غیض و غضب کو دعوت دے کر اسکی ناراضگی مول لیں گے۔

تبلیغی جماعت اپنے عالمگیر پیغام عمل کے ساتھ منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہے۔ اور رہے گی۔ اس جماعت کا پیغامِ عمل اور وفا ہے۔ جو یقیناً اثر سے خالی نہیں۔ یہ اپنے عظیم مقصد میں انشاء اللہ کامیاب و کامران ہے۔ اور رہے گی۔ اس کا رویّہ نہایت ہمدردانہ اور مخلصانہ ہے۔ وہ خالص دینی جذبے کے تحت، کام کرتی رہے گی۔ اور اسلام کی سربلندی کے لئے مصائب و مشکلات سے نبرد آزما ہو کر ظلمت کی تاریکی کے خلاف برسرِ پیکار رہے گی۔
وہ جانتی ہے کہ آج نہیں تو کل یہ الزام تراش اس کے معروف کارکن ہوں گے۔ کیونکہ ایسا ہوا ہے اور ہوتا رہے گا۔ تبلیغی جماعت میں آپکو بے شمار لوگ ایسے بھی ملیں گے، جو اس جماعت کے کارکنوں پر آوازیں کستے تھے۔ اور آج وہ اسی جماعت کے احسان مند ہیں۔

میں تبلیغی جماعت کے مخالف طبقے سے یہ بھی عرض کر دوں کہ میں نے بطور ہمدردی اتنا کچھ کہا ہے۔ مجھے آپ سے قطعاً کوئی عناد نہیں مجھے اس بات کا اتنا دکھ نہیں کہ آپ نے تبلیغی جماعت پر الزام تراشی کیوں کی ہے۔ اور یوں کرتے ہیں بلکہ مجھے اس چیز کا زیادہ افسوس ہے کہ آپ الزام لگانے والے کیوں ہیں۔
آپ مسلمان ہیں آپ کا کردار مسلمان کا کردار نہیں۔ کیا کسی مسلمان کا یہ کردار کسی غیر مسلم کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کر سکے گا؟ نہیں قطعاً نہیں۔ یہاں پر میں مخلصانہ طور پر آپ سے گذارش کروں گا۔ کہ طاقتِ گفتار کی جگہ طاقتِ کردار پیدا کیجیئے۔ اس طرح ہی آپ غیر مسلموں پر فتح اور برتری حاصل کر سکیں گے۔ اور صرف یہی واحد طریقہ ہے، جس پر چل کر ہم اسلام کی ترقی میں نمایاں مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ اس طرح آپ کو حقیقی خوشی، مسرت اور سکون نصیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی سمجھ اور اسلام کی ترقی کیلئے ہر طرح سے کام کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ناظم دار العلوم

احوال وکوائف

دار العلوم حقانیہ

نشاہیرِ علم وفضل کی آمد دار العلوم بحمد اللہ اکابرین دین اور ارباب علم وفضل کا مرجع رہتا ہے اور ان حضرات کی آمد ورفت جاری رہتی ہے، پچھلے ماہ ڈیڑھ ماہ میں بھی مختلف اوقات پر کئی اکابر ومشائخ تشریف لائے اور حسبِ گنجائش دار الحدیث میں طلبہ سے خطاب فرمایا اور اپنی دعاؤں سے دار العلوم اور وابستگانِ دار العلوم کو نوازا۔

اسیر مالٹا مولانا عزیر گل مدظلہٗ ۱۵ مئی کو عصر سے قبل اسیر مالٹا حضرت شیخ الھند کے تلمیذ رشید مولانا عزیر گل مدظلہٗ نے تھوڑی دیر کیلئے دار العلوم میں قدم رنجہ فرمایا اور طلبہ کو تحریک ریشمی رومال کے اس درخشندہ اور تابندہ فرد فرید کی زیارت کا موقع ملا حضرت موصوف ضعفِ بصارت کی وجہ سے اپریشن کی غرض سے راولپنڈی تشریف لے گئے تھے، واپسی میں دار العلوم کو نوازا۔

مولانا مفتی محمود صاحب ۱۰ اپریل کو حضرت قائد جمعیۃ العلماء اسلام مولانا مفتی محمود صاحب تشریف لائے اور طلبہ سے ملکی وملی مسائل پر مبسوط خطاب فرمایا حضرت مفتی صاحب اکثر وبیشتر صوبہ سرحد آتے جاتے ہوئے دار العلوم کو قدوم سے نوازتے ہیں

مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ اس سے چند دن قبل شیخ التفسیر لاہوری کے جانشین حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ اپنے استاذ المکرم حضرت شیخ الحدیث کی عیادت اور زیارت کے لئے تشریف لائے طلبہ کی خواہش پر دار الحدیث میں خطاب بھی فرمایا۔

مولانا عبد اللہ درخواستی مدظلہٗ ۶ مئی بروز جمعہ عصر کے بعد امیر جمعیۃ العلماء اسلام بقیۃ السلف مولانا عبد اللہ درخواستی تشریف لائے دار العلوم سے باہر طلبہ واساتذہ نے والہانہ استقبال کیا، عصر کے بعد شام تک آپ کا خطاب جاری رہا۔ بعد از مغرب جاتے وقت دار العلوم کی ترقیات اور طلبہ کیلئے دعائیں کرتے ہوئے آپ پر رقت طاری ہوگئی اور فرمایا کہ انشاء اللہ یہاں سے اسلام کے نشاۃ ثانیہ اور اسلامی انقلاب کی لہریں اٹھیں گی، طلبہ کو جادۂ حق پر گامزن رہنے اور استقامت کی تلقین کی حضرت درخواستی نے واپسی میں راولپنڈی ہسپتال میں حضرت شیخ الحدیث کی عیادت بھی فرمائی۔

مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہ | ۱۵ مئی بروز ہفتہ حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہ نے دارالعلوم میں قدم رنجہ فرمایا اور کچھ دیر کیلئے طلبہ کو اخلاص وللہیت اور طالب علم کے موضوع پر تقریر فرمائی اور طلبہ و دارالعلوم کیلئے دعائیں فرمائیں۔

مولانا عبدالحنان صاحب تاجک | ۲۰ مئی کو ایک اور بزرگ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب تاجک شیخ الحدیث اوکاڑہ بھی حضرت شیخ الحدیث سے ملنے تشریف لائے اور طلبہ کے تقاضا پر علم اور طالب علم کے آداب پر مختصر مگر مؤثر خطاب فرمایا۔

کتب خانہ اور شعبۂ تصنیف و افتاء کی تعمیر | دارالعلوم میں کتب خانہ اور تصنیف و تالیف دعوتی اور اشاعتی امور نیز افتاء کیلئے مستقل عمارت نہیں اور اب تک یہ کام درسگاہوں وغیرہ سے لیا جارہا ہے۔ موزوں کتب خانہ جس میں دارالمطالعہ کے علاوہ درسی، غیر درسی، قلمی، اور مطبوعہ کتب کے لئے الگ الگ حصے ہوں، کی ضرورت مدت سے محسوس کی جارہی تھی اس عمارت کا نچلا حصہ جو احاطہ قاسمیہ کے نام سے موسوم ہے۔ اور طلبہ کا دارالاقامہ ہے۔ بحمداللہ اس سے قبل تیار ہوچکا ہے۔ اور اس کا بالائی حصہ جو مذکورہ ضروریات کے لئے عمارات پر مشتمل ہوگا کی تعمیر شروع کردی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ کے علاوہ ظاہری اسباب میں اس کثیر المصارف منصوبہ کی تکمیل کا ذریعہ نہیں ملک و ملت کے چند اہل خیر بھی توجہ فرمادیں اور اس دعوتی، علمی صدقۂ جاریہ میں حصہ لے سکیں تو یہ ان کے لئے عظیم الشان ذخیرہ آخرت ثابت ہوسکتا ہے۔ حلال کمائی کا دین وعلم کی اشاعت واستحکام میں خرچ کرنا ایک بہترین مصرف ہے۔

حضرت شیخ الحدیث کی صحت | شیخ الحدیث مدظلہ کی علالت اور نقاہت کا سلسلہ تو بدستور چل رہا ہے مگر علمی و تدریسی مشاغل بھی جاری رہتے ہیں جو علالت میں اضافہ کا موجب بنتے جارہے ہیں۔ چنانچہ متعلقین اور ڈاکٹروں کے اصرار پر آپ ۲۹ر اپریل ۷۶ء کو راولپنڈی کے سنٹرل گورنمنٹ ہسپتال میں داخل ہوئے تاکہ علاج کے ساتھ آرام کا بھی موقع مل سکے۔ آپ ۱۰ر مئی تک ہسپتال میں رہے اور اب دارالعلوم تشریف لاچکے ہیں۔ مگر امراض، عارضۂ قلب اور بینائی میں تکلیف اور کمی بدستور ہے۔ اس حالت میں اسباق بھی پڑھاتے ہیں۔ قارئین حضرات سے صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعاؤں کی اپیل ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل | کراچی میں ماہنامہ الحق کے ایجنٹ محمد رمضان میمن کے والد بزرگوار حاجی عبدالرحمن زکریا ۲۰ر مارچ ۷۶ء کو واصل بحق ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت تامہ عطا فرمادے۔ قارئین سے دعا کی درخواست ہے۔
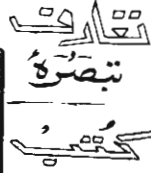
دعوات حق | افادات : شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ العالی ۔ ترتیب و تزئین : سمیع الحق ۔

ناشر : مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور ۔ صفحات : ۶۷۲ طباعت : عمدہ ۔ قیمت /۳۰ روپے

قارئین الحق کیلئے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ العالی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ان کے افکار و خیالات الحق کی زینت بنتے رہے ہیں اور اُن ہی کی سرپرستی میں یہ بزم سجی ہوئی ہے ۔

'دعوات حق' مولانا موصوف کے مواعظ ، خطبات جمعہ اور چند تحریروں کا مجموعہ ہے ، موصوف ان معنوں میں مقرر یا خطیب نہیں کہ الفاظ کا جادو جگاتے ، شعلے اگلتے اور موتی رولتے ہوں ۔ یہ اندازِ تقریر کسی نصب العین سے وابستہ کارکنوں کو تیز تر کر سکتا ہے ، لیکن خود نصب العین کو دل و دماغ میں پیوست نہیں کرتا مولانا موصوف ایک ریفارمر (REFORMER) ہیں ۔ وہ ذہن و فکر کی الجھنیں دور کرتے ہیں ، جدید باطل نظریات کے کانٹے چنتے ہیں اور ذوقِ نظر کی پختگی کے لئے کوشاں ہیں ، اُن کے پیشِ نظر عوام اور خاص طور پر نوجوان نسل کے اندازِ فکر کو درست کرنا ہے ۔ تاکہ اس بنیاد پر ان کے جذبوں کو رواں کیا جا سکے ۔ اُن کا اندازِ بیان سادہ ، رواں اور ایک مصلح اور داعی کی مانند عوام کی ذہنی سطح کے مطابق ہے انہوں نے عبادات و معاملات ، قوانین معاشرت ، اصولِ مدنیت اور ایسے ہی دوسرے اہم موضوعات پر محدود وقت میں خطاب کیا اور اپنی بات بطورِ احسن سمجھائی ہے ، اُن کا اندازِ بیان بجا طور پر " از دل خیزد بر دل ریزد " کے مصداق ہے ۔ بعض اوقات تذکیر و تانیث کا الٹ پھیر ہو جاتا ہے مگر یہ الٹ پھیر بے ساختگی کا منہ بولتا ثبوت ہے ۔ قواعد کی پابندیاں ، مقصد میں رکاوٹ نہیں بن سکتیں اور پھر بقول اقبالؒ ؎

الفاظ کے پیچوں میں الجھتے نہیں دانا   غواص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے

'دعوات حق' کی اشاعت ، مولانا سمیع الحق کی محنت اور لگن کا نتیجہ ہے ۔ انہوں نے تقاریر کو حسنِ ترتیب اور ضمنی سرخیوں سے سجا کر دو آتشہ کر دیا ہے ۔ مؤتمر المصنفین کی یہ پہلی پیشکش دامنِ دل کو بے تابانہ کھینچ لیتی ہے ۔

ملک کے اہل علم اور خاص طور پر خطیب حضرات کو مشورہ دوں گا کہ وہ اس مجموعہ کا ضرور مطالعہ کریں تاکہ ملک و قوم کے مسائل کا صحیح اندازہ کرنے اور ان کا حل تلاش کرنے میں مدد دے سکیں ۔ آخر میں قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کے اقتباس پر اپنی بات ختم کرتا ہوں کہ :

" اس کتاب کی قدر و قیمت کے لئے یہ حجت کافی ہے کہ مولانا ممدوح کے افکارِ عالیہ کا ذخیرہ ہے ۔"

(اختر راہی)

الرشید کا دارالعلوم دیوبند نمبر | ادارت : مولانا فاضل حبیب اللہ اور مولانا عبدالرشید ارشد

صفحات : ۸۰۰ ، قیمت : اعلیٰ -/۲۵ روپے ، ادنیٰ -/۲۰ روپے ۔ ملنے کا پتہ : جامعہ رشیدیہ ساہیوال ـــ یا ـــ مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ شاہ عالم مارکیٹ ۔ لاہور ۔ ـــــــ ماہنامہ الرشید جامعہ رشیدیہ ساہیوال کا ترجمان ہے پیش نظر عظیم الشان عدد خاص اس کے حسنات اور باقیات صالحات میں ایک عظیم ذخیرۂ خیر و سعادت ہے ۔ دارالعلوم دیوبند دنیا میں اسلامی علوم و فنون کا سب سے بڑا اسلامی مرکز ہے ، اس کے فیض و برکت سے ایک عالم مستفید ہوا ، علم ، دین ، سیاست ، اخلاق ، تہذیب و تمدن غرض زندگی کا کوئی شعبہ نہیں جہاں علمائے دیوبند کے بہت گہرے اثرات نہ پڑ رہے ہوں ۔ اس عظیم اور جامع تجدید و عزیمت درسگاہ کے علمی خدمات اور فیوضات کے تذکرہ کو سمیٹنے کیلئے تو اکیڈمیاں بھی بس نہیں کر تیں ، یہاں سے نکلنے والے فضلاء میں سینکڑوں ایسی شخصیتیں ہیں جن کے تذکار و سوانح کے لئے مستقل ادارے بھی ناکافی ہیں یہی حال ہمہ گیر اور عالمگیر دینی و ملی خدمات کا ہے ۔ دارالعلوم کے اکابر نے نام و نمود سے ہمیشہ احتراز برتا ، تمام سے زیادہ انہیں کام سے غرض تھی اس لئے دارالعلوم کے حالات اور خدمات پر کتابی میدان میں کماحقہ کام اب تک نہیں ہوا ، یہ شرف اولیت خداوند تعالیٰ نے الرشید کو عطا فرمایا کہ اس نے اتنا عظیم اور ضخیم نمبر خدمات اور مختلف جہات پر مرتب فرمایا اور علم و فضل کے بہت سے اکابر رجال اور اہل قلم کے نگارشات و تاثرات اس میں سمیٹ دیئے گئے ہیں ۔ گو دارالعلوم پر اتنا ضخیم نمبر پہلی کوشش ہے ۔ اور وسائل و رجال کار کی کمی کام میں عجلت کی وجہ سے کچھ گوشے تشنہ بھی رہ گئے ہیں کہ استیعاب اور استقصار کیلئے تو ایسے دسوں نمبر بھی کم ہیں ۔ اور بعض جگہ فروگذاشتیں بھی ہوئیں ، اور خامیاں بھی رہ گئیں ، لیکن ایک بے وسائل دینی ادارہ کیلئے اتنا کچھ بھی ایک عظیم کارنامہ سے کم نہیں ۔ فاضل حبیب اللہ کا منصوبہ اور ارادہ اور جامعہ رشیدیہ کا سرمایہ اور مولانا عبدالرشید ارشد کی شبانہ روز محنت اور جان سوزی ، قلمی معاونین کا موضوع سے والہانہ تعلق ، ان سب چیزوں نے اس پیکر جمیل کے حسن کو جلا بخشی اور اسے برصغیر بلکہ عالم اسلام کی علمی اور تعلیمی تاریخ میں ایک شاندار دستاویز بنا کر چھوڑا برصغیر کی تاریخ میں جن لوگوں کو دیوبند اور اہل دیوبند کے مقام کا کچھ بھی احساس ہے اور ان لوگوں کے شاندار ماضی سے دلچسپی ہے وہ اس نمبر سے مستغنی نہیں ہو سکیں گے ۔ ہم اس فقید المثال علمی کارنامہ پر ادارہ الرشید کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ علمی مجلات و رسائل رکھنے والے دینی اداروں کے لئے یہ عمل اسوہ حسنہ بن جائے اور موضوع کی تعیین اور تقسیم کے بعد اسی نہج پر دیگر دینی و علمی رسائل بھی کام شروع کر دیں ۔ جو کام اوروں کو لمبی چوڑی اکیڈمیاں اور کروڑوں روپے سے چلنے والے تحقیقاتی ادارے مل کر نہیں کر سکیں گے ۔ انشاء اللہ تصنیف و تالیف اور قلم و صحافت کے میدان میں بھی یہ بے کس دینی ادارے اور بوریہ نشین طبقہ خدا کے فضل سے وہ کرشمے دکھائے گا کہ دنیا عش عش کر اٹھے گی ۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز ۔

(سمیع الحق)

فوّارہ مارک
اعلیٰ قسم کا
سُوتی دَھاگہ
سنگل اور فولڈڈ
۱۰ کاؤنٹ سے ۴۰ کاؤنٹ تک
ہینکس کے علاوہ کونز پر بھی دستیاب ہے
FOUNTAIN
BRAND
فوارہ مارک
کنندگان :
ی۔ایم۔ٹیکسٹائل مِلز لمیٹڈ
ڈ آفس : ۱۱۹۔ کاٹن ایکسچینج بلڈنگ — پوسٹ بکس نمبر ۴۶۱۷ — کراچی
تار کا پتہ : DOSTCOT — فون — ۲۲۱۳۳۰ – ۲۲۳۹۱۳
ملز : سنی چھاؤنی — پوسٹ بکس ۵۲ — راولپنڈی
تار کا پتہ : FINETEX — فون۔ ۶۲۷۵۵ – ۶۶۹۳۲ – ۶۲۷۵۵
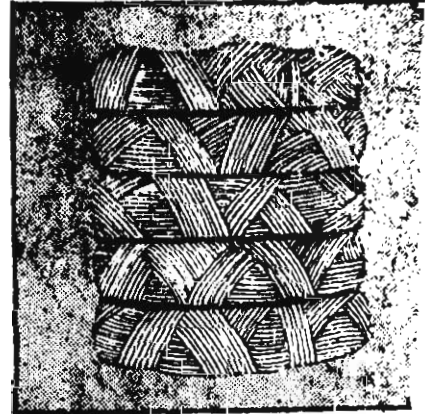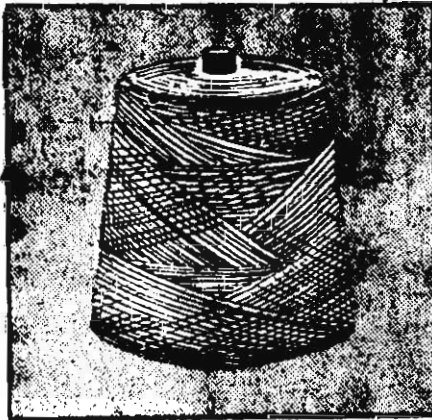
سورج سے
حدت
روح افزا سے
ٹھنڈک
رُوح افزا مشروبِ مشرق
ہمدرد
۷۳
سال سے بے مثال
SHARBAT
ROOH AFZA

اسلام اور عصر حاضر
تحلیل و تجزیہ ـــــ جائزہ اور محاسبہ
از مولانا سمیع الحق، مدیر الحق و استاذ دار العلوم حقانیہ
عصر جدید اپنی خدا فراموشی اور فتنہ سامانیوں کی وجہ سے الحاد و مادیت کا دور کہلاتا ہے۔ مغربی تہذیب و تمدن نے اسلام کے نظام عقائد و اخلاق پر یلغار کی۔ مغرب کے استیلاء نے مسلمانوں کے تہذیب و تمدن، اخلاق و معاشرت، سیاست و معیشت کا ہر ہر نقش مٹانے کی کوشش کی۔ دشمنان اسلام نے توپ و تفنگ کی بجائے قلم و قرطاس کے اسلحہ سے اسلام پر یلغار کی اخلاق و شرافت سے عاری نظام مادیت نے مسلمانوں کی اخلاقی اور معاشرتی قدروں کو پائمال کرنا چاہا، مغرب زدہ مٹھی بھر اقلیت حکمران طبقہ نے معروفات کو مٹانے اور منکرات پھیلانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا، علماء حق اور اہل حق ابتلاء کا شکار ہوئے، عالم اسلام میں مسلمانوں کی اکثریت بے دین حکمرانوں کے رحم و کرم پر رہ گئی، اسلام دشمن منصوبوں نے علم و تحقیق کے نام پر تجدد و استشراق کا لبادہ پہن لیا مسلمانوں کے ماڈرن طبقہ نے اسلام کو مشق تحقیق بنایا، اسلام کے عائلی نظام اور سیاسی خاکوں کو تبدیل کرنے کی سعی کی گئی، بیسویں صدی میں سائنس و انکشاف کی دنیا میں انقلابات آئے مسلمانوں کو نت نئے مسائل اور حوادث سے دوچار ہونا پڑا۔
پیش نظر کتاب میں ان مسائل کا ایمانی جرأت کے ساتھ جارحانہ سامنا کیا گیا ہے۔ مغرب کے نظام اخلاق و معیشت، ظالمانہ اور جابرانہ نظام جہانبانی و سیاست کے سیاہ اور مکروہ چہرہ کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔ نقائص پر نکتہ چینی اور مغرب کے پرستاروں کی اندھی تقلید اور غلامانہ ذہنیت پر تنقید کی گئی ہے۔ عالم اسلام اور عالم عرب کو درپیش مسائل اور المیوں کا قرآن و سنت کی روشنی میں تحلیل و تجزیہ اور جائزہ و محاسبہ کیا گیا ہے۔ تجدد و استشراق کا منافقانہ لبادہ تار تار کیا گیا ہے۔ قادیانیت پر بھرپور اور کاری ضربیں لگائی گئی ہیں۔ دشمنان صحابہ اور سبائی ذہنیت پر تنقید کی گئی ہے۔ بہائیت کا احتساب اور دیگر فرق باطلہ اور باطل قوموں کا تعاقب ہے۔ مسلمانوں کے عروج و زوال اور اسباب فتح و شکست پر پرسوز اور موثر گفتگو کی گئی ہے۔ عصر حاضر کے سلاطین جور اور حکام علماء سوء اور بے دین قوتوں پر بلا خوف لومۃ لائم تنقید ہے۔ ہر سطر ہر صفحہ اعلاء کلمۃ حق کا منہ بولتا ثبوت۔
الغرض
معاشرت و معیشت، آئین و سیاست، تہذیب و تمدن، اخلاق و قانون، سائنس و انکشاف، تسخیر کائنات اور زندگی کا کوئی شعبہ نہیں جس پر مرتب کتاب نے اپنے مخصوص انداز میں روشنی نہ ڈالی ہو۔
صفحات تقریباً ۶۰۰ سائز ۱۸×۲۲ قیمت مجلد -/۲۵ روپے۔ کتابت و طباعت اعلیٰ
آج ہی اپنا آرڈر بک کرائیے
مؤتمر المصنفین ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک ضلع پشاور
پاکستان